احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

اپریل 2016ء

حُسنِ نیت اور اس کے تقاضے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا خصوصی خطاب

اسلاف کی علم دوستی

دعوت کی کامیابی کا راز

شیخ الاسلام کی 65 ویں سالگرہ — دنیا بھر میں تقریبات کا انعقاد

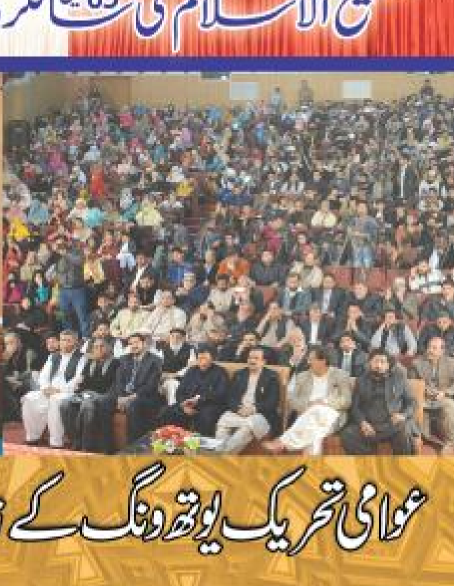

عوامی تحریک یوتھ ونگ کے زیر اہتمام ضربِ امن مہم کی افتتاحی تقریبات

پاکستان عوامی تحریک کے زیر اہتمام قومی امن کانفرنس

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی 65ویں سالگرہ مرکزی تقریب

احیائے اسلام و امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

جلد 30 شمارہ 4 / جمادی الثانی / رجب ۱۴۳۷ھ / اپریل 2016ء

بفیضانِ نظر
قدوۃ الاولیاء شیخ المشائخ حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین الگیلانی البغدادی قدس سرہ العزیز

زیر سرپرستی
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ

www.facebook.com/minhajulquran
www.minhaj.info mqmujallah@gmail.com

چیف ایڈیٹر
ڈاکٹر علی اکبر قادری الازہری

ایڈیٹر
محمد یوسف

اسسٹنٹ ایڈیٹر
محمد شعیب بزمی

مجلس مشاورت
صاحبزادہ فیض الرحمٰن درانی، خرم نواز گنڈاپور
احمد نواز انجم، جی ایم ملک
سرفراز احمد خان، منظور حسین قادری
غلام مرتضیٰ علوی، نور اللہ صدیقی، فرح ناز

مجلس ادارت
علامہ محمد معراج الاسلام، مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی
پروفیسر محمد نصر اللہ معینی، ڈاکٹر طاہر حمید تنولی

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم
گرافکس: عبدالسلام
خطاطی: محمد اکرم قادری
عکاسی: محمود الاسلام قاضی

حسن ترتیب

اداریہ۔۔ یہاں ادارے کمزور اور ظالم طاقتور ہیں!		3
(القرآن) حُسنِ نیت اور اسکے تقاضے	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری	5
(الفقہ) آپ کے فقہی مسائل	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	16
دعوت کی کامیابی کا راز	ڈاکٹر نعیم انور نعمانی	19
زندگی کے طوفانوں کا مقابلہ کیسے کیا جائے؟	شفاقت علی شیخ	25
اسلاف کی علم دوستی	ڈاکٹر نعیم مشتاق	32
ملکی حالات و واقعات۔۔ حقائق کیا ہیں۔۔۔؟	عین الحق بغدادی	40
دعوت و تنظیم کا بنیادی منصوبہ (ضروری ہدایات)	تنویر احمد خان	44
پاکستان عوامی تحریک کے زیر اہتمام ''قومی امن کانفرنس''		46
پاکستان عوامی تحریک یوتھ ونگ کے زیر اہتمام ضرب امن مہم کی افتتاحی تقریبات		50
شیخ الاسلام کی 65 ویں سالگرہ۔ دنیا بھر میں پُر وقار تقریبات کا انعقاد		52

قیمت فی شمارہ: 35 روپے
سالانہ خریداری: 350 روپے

ملک بھر کے تعلیمی اداروں اور لائبریریوں کیلئے منظور شدہ

بدل اشتراک: مشرق وسطی جنوب مشرقی ایشیاء، یورپ، افریقہ، آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید جنوبی امریکہ و ریاستہائے متحدہ امریکہ 30 امریکی ڈالر سالانہ
اکاؤنٹ نمبر 01970014575103 حبیب بینک منہاج القرآن برانچ ماڈل ٹاؤن لاہور پاکستان
ترسیل زر کا پتہ
فون: UAN: 111-140-140 فیکس: 042-35168184

ناشر: محمد اشرف قادری، مطبع: منہاج القرآن پرنٹرز 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور

حمد باری تعالیٰ

تجھ سے جو ہر گھڑی ڈرے مولا
کام کیسے برے کرے مولا

تو کہ شہ رگ سے بھی قریب مگر
ہے پرے سے بھی پرے مولا

پاگئے اصل میں سراغِ حیات
جو تری رہ میں کٹ مرے مولا

جو ترے نام پہ کریں خالی
ان کے دامن رہیں بھرے مولا

جو بھی مجذوبِ ذاتِ باری ہوا
بات کب غیر کی کرے مولا

مل گئی رمز لا الہ جسے
بھاگ اُس کے ہوئے ہرے مولا

کچھ بھی تو صابریؔ نہیں ممکن
وہی ممکن ہے جو کرے مولا

﴿محمد علی صابری﴾

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

قرآن کا لفظ لفظ ہے پہچانِ مصطفیٰ ﷺ
ایماں کی پہلی شرط ہے ایمانِ مصطفیٰ ﷺ
مخلوق ہیں حضورؐ، خدائے عظیم کی
معمور علم سے ہے دبستانِ مصطفیٰ ﷺ
شام و سحر محاسبہ اپنا کیا کرو
رحمت لٹا رہا ہے قلمدانِ مصطفیٰ ﷺ
یہ التجا ہے، داورِ محشر! بروز حشر
دامانِ مصطفیٰ ملے دامانِ مصطفیٰ ﷺ
خوشنودئ خدا کا ہے اک راستہ یہی
پیشِ نظر رہے ترے فرمانِ مصطفیٰ ﷺ
حیراں کھڑا ہوں گنبدِ خضرا کے سامنے
مجھ سا سیاہ کار اور مہمانِ مصطفیٰ ﷺ
صدیقِ باوفاؓ سے حسنؓ اور حسینؓ تک
کیا خوشنما ہے صحنِ گلستانِ مصطفیٰ ﷺ
تشکیک کا غبار اڑاؤ گے کب تلک
ربِ کریم جب ہے نگہبانِ مصطفیٰ ﷺ
بنجر پڑی ہوئی ہیں تخیل کی کھیتیاں
کشتِ دل و نظر پہ ہو بارانِ مصطفیٰ ﷺ
اپنی نیاز مندی کا اظہار ہے، ریاض
ممکن نہیں ہے نعت ہو شایانِ مصطفیٰ ﷺ

﴿ریاض حسین چودھری﴾

اداریہ

یہاں ادارے کمزور اور ظالم طاقتور ہیں!

قیام پاکستان کے فوری بعد چند جاگیردار اور سرمایہ دار شخصیات نے اس نوزائدہ نظریاتی اسلامی مملکت پر قبضہ کیا جو تاحال مختلف روپ بدل بدل کر حکومتی ایوانوں میں قابض ہیں۔ اسی طبقہ کو حکومتی اشرافیہ کہا جاتا ہے جو ملکی وسائل پر بری طرح قابض ہے۔ ان کی اپنی دولت اور اولادیں بیرون ملک ہیں۔ وطن عزیز کے ساتھ ان کا تعلق محض سیاست اور اقتدار کی حد تک قائم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ چھ دہائیوں سے عوام کے مسائل جوں کے توں ہیں بلکہ آبادی میں اضافے کے ساتھ ان میں کئی گنا اضافہ ہوچکا ہے۔ یہ دو فیصد کرپٹ اشرافیہ اپنے اقتدار کے لئے دہشت گردوں گروپوں کو تو گوارہ کرلیتی ہے مگر عام آدمی کو ضروریات زندگی بہم پہنچانا انہیں قبول نہیں۔ موجودہ حکومت جن وعدوں کے ساتھ اقتدار میں آئی تھی ان میں سے ایک بھی پورا نہیں ہوسکا۔ جو بڑے بڑے پروجیکٹ شروع ہیں وہ کاروباری اور تجارتی بنیادوں پر آگے بڑھ رہے ہیں، ان سے عوامی مسائل میں کوئی کمی نہیں آئی اور نہ آسکتی ہے۔ دنیا کے دیگر ممالک اور معاشرے کہاں سے کہاں پہنچ گئے مگر پاکستان تمام تر وسائل کے باوجود ہر گزرتے دن کے ساتھ پیچھے جارہا ہے۔

چیف جسٹس آف پاکستان کے حالیہ بیان ـ ’’ہم جس معاشرے کا حصہ ہیں وہاں خوف خدا کا فقدان ہے اور سچ وجھوٹ، حلال وحرام کا فرق ختم ہوچکا ہے۔ عدالتی احکامات پر عمل کرنے کے بجائے بچنے کا سہارا لیا جاتا ہے‘‘ ـ نے حکمرانوں کی گڈ گورننس کے چہرے کو بے نقاب کردیا ہے۔ جس نظام میں سپریم کورٹ کا چیف جسٹس تمام تر آئینی و قانونی جواز کے باوجود کرپٹ انتظامیہ اور نا اہل مقنّنہ کو آئین و قانون کے دائرے میں نہ لا سکے اس نظام پر نظر ثانی ہی ملک اور قوم کے مفاد میں ہے۔ اس لئے اس موجودہ فرسودہ سیاسی نظام سے جان چھڑا کر متبادل نظام اپنانے کی ضرورت ہے جس کے تحت جمہوریت کو پھلنے پھولنے کے حقیقی مواقع میسر آئیں اور عوام کے مسائل ان کی دہلیز پر حل ہوسکیں۔

19 کروڑ عوام کے دل کی آواز یہی ہے اور یہی باتیں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری ایک عرصہ سے کر رہے ہیں کہ 30 سال سے جاری مک مکا کے جمہوری نظام نے حلال اور حرام کی تمیز ختم کر دی ہے۔ عوام کی حالت زار ہر آئے دن دگر گوں ہوتی جارہی ہے۔ ان حالات میں یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ ایسے نظام کو برقرار رکھنے میں مدد دینے والے بھی برابر کے شریک ہیں۔ ملکی اداروں نے ظلم اور ناانصافی پر مبنی اس نظام کو مزید تقویت دی تو پھر دہشتگرد قوتوں کو غلبہ حاصل کرنے سے کوئی نہیں روک سکے گا۔ عام آدمی حکومتی اداروں، محکموں اور گلی محلّہ کی سطح پر حکومتی سرپرستی میں کام کرنے والے منشیات فروشوں، بدمعاشوں اور غنڈوں کے ظلم کی چکی میں پس رہا ہے اور تحفظ اور انصاف کا منتظر ہے۔

موجودہ حکمران بے انصافی اور ظلم وستم کو رواج دینے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ اس کی تازہ ترین مثال سانحہ ماڈل ٹاؤن ہے۔ 14 بے گناہوں کے خون کو ’’یہ خونِ خاک نشیناں تھا رزقِ خاک ہوا‘‘ کے مصداق اس کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کی غرض سے سرکاری وسائل اور اختیارات کا اندھا دھند استعمال کررہے ہیں۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن کی تحقیقات کیلئے جسٹس باقر نجفی کی سربراہی میں قائم کئے گئے جوڈیشل کمیشن اور اس کمیشن کی رپورٹ کو کالعدم قرار دیا جارہا ہے۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن کیس میں ملوث اور میڈیا کے کیمروں کے ذریعے پوری دنیا کو نظر آنے والے ڈی آئی

جی آپریشن اور سانحہ ماڈل ٹاؤن کے مرکزی کردار رانا عبدالجبار اور ڈی سی او لاہور کیپٹن (ر) عثمان منہاج القرآن سیکرٹریٹ سے فائرنگ ہونے کے جھوٹے حلفیہ بیان داخل کررہے ہیں۔ حالانکہ اگر منہاج القرآن کے کسی فرد نے فائرنگ کی ہوتی تو ضرور کوئی پرائیویٹ چینل دکھاتا اور کوئی پولیس والا ضرور زخمی یا ہلاک ہوتا۔

ناانصافی اور عدل کی دھجیاں اڑانے کے ساتھ ساتھ اقتدار پر قابض ٹولہ نے کرپشن کی دنیا میں بھی نت نئی مثالیں قائم کی ہیں۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے مک مکا کے سیاسی نظام کو بہت پہلے بے نقاب کر دیا تھا اب عوام اس کی عملی صورت دیکھ رہے ہیں۔ ان حکمرانوں کی ''دیدہ دلیری'' یہاں سے بھی ملاحظہ کی جاسکتی ہے کہ اپنے خلاف نیب کے بڑھتے ہوئے قدم دیکھ کر اس کے پر کاٹنے اور ناخن تراشنے کی باتیں سرعام کررہے ہیں۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اس نظام کی خرابیوں اور ان حکمرانوں کی اسی سرشت ہی کی وجہ سے کہا تھا کہ جب تک یہ حکمران اور یہ نظام موجودہ رہے گا بڑے مگرمچھوں کا احتساب نہیں ہوگا۔ قومی اداروں کو برباد کرنے کیلئے نااہل اور نالائق وزیروں کو اختیارات دے دیئے گئے ہیں۔ موجودہ فرسودہ نظام نے غریبوں اور نوجوانوں کو سوائے مایوسی کے کچھ نہیں دیا۔ کمیشن خور حکمران لوٹتے اور کھاتے رہیں گے انہیں روکا نہ گیا تو پورا ملک بک جائے گا۔ قاتل حکمرانوں نے عوام کے آئینی حقوق غصب کررکھے ہیں اور سارے وسائل اور اختیارات پر قابض ہیں۔ حکمرانوں نے نجکاری اور نام نہاد ترقیاتی منصوبوں کے نام پر ملک کے وسائل لوٹ کر ساری دنیا میں اپنے بزنس ایمپائر بنارکھے ہیں۔ شریف برادران ملک میں موجود قدرتی وسائل کو عوام کی خوشحالی کے بجائے بیرون ممالک کو فروخت کر کے اربوں روپے کمیشن لینے کیلئے سودی بازی کرچکے ہیں۔ بڑے ڈاکو آزاد گھوم رہے ہیں جبکہ چند چوروں کو دکھاوے کیلئے دھراجارہا ہے۔ موجودہ حکمران بے گناہوں کے قاتل، ٹیکس چور اور قرضہ ہڑپ کرنے والے ہیں۔ پارلیمنٹ میں غالب اکثریت قوم کے وسائل کھانے والوں کی ہے۔ عوام کے حقوق سے کھیلنے کا اختیار لینے والے سیاست کو پیشہ سمجھتے ہیں۔

ان حالات میں لمحہ فکریہ یہ ہے کہ اہم شخصیات اور ریاستی ادارے خاموشی کی تصویر بنے ہوئے ہیں۔ آنکھیں بند کرنے والی شخصیات اور اداروں کو قوم کو جواب دینا پڑے گا۔ عوام کو ہر روز ایک نئی کہانی سنائی جاتی ہے اور پھر اس کہانی کو کوئی موڑ دیئے بغیر نیا محاذ کھول دیا جاتا ہے۔ کبھی قوم کو ڈاکٹر عاصم کے بلینز کی کرپشن کی کہانی سنائی جاتی ہے۔ کبھی وزیروں مشیروں کے گھروں سے اربوں روپے برآمد ہونے کی خبریں سامنے آتی ہیں۔ کبھی اورنج لائن اور میٹرو بسوں کا سکینڈل سامنے آتا ہے۔ کبھی سینکڑوں شہریوں کو مارنے والے ٹارگٹ کلرز کے اعترافی بیانات قوم کو سنائے جاتے ہیں اور کبھی غیر ملکی ایجنسیوں سے پیسے لینے اور ملک میں خون خرابا کی کہانیاں دیکھنے اور پڑھنے کو ملتی ہیں۔ کبھی سانحہ بلدیہ رونما ہوتا ہے اور کبھی سانحہ ماڈل ٹاؤن، کبھی قیمتی پلاٹوں پر قبضے کی کہانیاں گردش کرتی ہیں اور کبھی گردشی قرضوں کی ادائیگی اور یورو بانڈ کی فروخت کے ذریعے قومی خزانہ کو کروڑوں ڈالر کے نقصان پہنچانے کی باتیں عوام تک پہنچتی ہیں۔ مگر افسوس کہ آج تک ایوانوں میں بیٹھے ہوئے ان مظالم کے ماسٹر مائنڈ کٹہرے میں کھڑے نظر نہیں آتے، کیونکہ یہاں ادارے کمزور اور ظالم طاقتور ہیں۔ آج تک جن پر الزام لگا انکا احتساب نہیں ہوا، یہی وہ بے حسی پر مبنی رویہ ہے جس کی وجہ سے عوام کا موجودہ فرسودہ سیاسی نظام اور کرپٹ حکمرانوں سے اعتماد اٹھ چکا ہے۔

حُسنِ نیت اور اس کے تقاضے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب☆

مرتّب: محمد یوسف منہاجین / معاون: محمد خلیق عامر

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ.

’’حالانکہ انہیں فقط یہی حکم دیا گیا تھا کہ صرف اسی کے لیے اپنے دین کو خالص کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کریں‘‘۔ (البینۃ، ۹۸:۵)

نیت اور عمل میں ایک خاص تعلق ہے اور وہ یہ کہ کوئی بھی عمل حسنِ نیت کے بغیر قبولیت اور درجۂ کمال کو نہیں پہنچتا۔ اگر ہم زندگی میں کسی اچھے اور نیک کام کی نیت کریں لیکن بعد ازاں کسی رکاوٹ کے باعث نہ کرنے کے باوجود بھی ہمیں اس نیک نیت کا اجر مل جائے گا۔ نیت خود ایک مطلوب عمل ہے۔ یہ دل کا عمل ہے اور دل کے عمل کا درجہ جسمانی اعضاء کے اعمال سے زیادہ قوی ہوتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقا ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

اذا هم عبدی بحسنه فلم يعملها كتبتها له حسنة فان عملها كتبتها له عشر حسنات.

(صحیح مسلم، باب اذا ہم العبد بحسنۃ، ۱:۱۱۷، الرقم:۱۲۸)

یعنی اگر کوئی شخص کسی نیک کام کی نیت کر لے لیکن کسی مجبوری کے باعث نہ کر سکے تب بھی اس کے نامہ اعمال میں ایک نیکی لکھی جائے گی اور اگر وہ عمل کر لے تو پھر اس عمل کے کرنے پر دس گنا اجر لکھا جاتا ہے۔ ارشاد فرمایا:

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا. (الانعام، ۶:۱۶۰)

’’جو کوئی ایک نیکی لائے گا تو اس کے لیے (بطورِ اجر) اس جیسی دس نیکیاں ہیں‘‘۔

یہ نیکی کا کم سے کم اجر ہے۔ ایک نیکی پر اجر کہاں تک بڑھتا ہے، حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

كل عمل ابن ادم يضاعف الحسنة عشر امثالها الى سبعمائة ضعف.

(مصنف ابن ابی شیبہ، ۲:۲۷۳، الرقم:۸۸۹۴)

’’ابن آدم کو ہر نیکی پر ۱۰ گنا اجر سے لے کر ۷۰۰ گنا سے بھی زائد اجر ملتا ہے‘‘۔

گویا ایک ہی عمل پر کسی کو ۱۰ نیکیاں، کسی کو ۱۰۰ نیکیاں، کسی کو اسی عمل پر ۷۰۰ نیکیاں اور کسی کو ۷۰۰ سے بھی زیادہ بے حساب نیکیاں ملتی ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ عمل تو ایک تھا، اس کی کمیت میں کوئی فرق نہیں تھا مگر ہر ایک کو جدا جدا اجر و ثواب کیوں ملا؟

یاد رہے کہ نیکیوں اور درجات کے کم و بیش ہونے کی وجہ حسنِ نیت ہے۔ نیت عمل کے پیچھے ٹمٹماتے ہوئے چراغ کی مانند ہے۔ نیت کا یہ چراغ جس قدر روشنی دے گا، وہ عمل اسی قدر روشنی پا کر جگمگائے گا اور اجر و

☆ (خطاب نمبر: Fr-7) (مورخہ 10 اگست 2012ء) (CD#1642)

ثواب پائے گا۔ کسی شخص کی نیت ٹمٹماتے ہوئے چراغ جیسی ہے، کسی کی لالٹین جیسی، کسی کی چراغ جیسی، کسی کی بلب جیسی، کسی کی ٹیوب لائٹ جیسی، کسی کی چاند جیسی اور کسی کی نیت سورج جیسی ہے۔ الغرض جتنی روشنی اور نور کسی کی نیت میں ہے، اسی قدر اس کے عمل کا ثواب بڑھتا جاتا ہے۔ نیت کے اندر موجود خالصیت اور للّٰہیت اس نیت کے نور، قوت، برکت، قبولیت اور درجے کو بڑھانے کا سبب ہے۔ جوں جوں نیت کی قوت بڑھتی چلی جاتی ہے توں توں عمل کا درجہ اور اجر وثواب بھی بڑھتا چلا جاتا ہے۔

اجروثواب میں فرق کا سبب

سورہ الاحقاف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا. (الاحقاف، ۴۶: ۱۹)

''اور سب کے لیے ان (نیک و بد) اعمال کی وجہ سے جو انہوں نے کیے (جنت و دوزخ میں الگ الگ) درجات مقرر ہیں''۔

یعنی ہر عمل کرنے والے کے لیے درجات مختلف ہیں۔ عمل کے نتیجے میں جدا جدا درجات کا ہونا نیتوں کی کیفیت کے باعث ہے کہ نیت کیسی ہے؟ جیسی نیت ہوگی عمل کے نتیجہ میں ویسے ہی درجہ کا حصول ممکن ہوتا ہے۔ صحابہ کرامؓ کی نیتوں میں اخلاص کا درجہ نہایت بلند اور کامل ہونے کی وجہ سے ہی آقا ﷺ نے ان کے لئے فرمایا کہ

آخری زمانے میں جب لوگوں کی نیتیں خراب ہو چکی ہوں گی، ان میں ملاوٹ آ چکی ہوگی تو وہ اُحد پہاڑ کے برابر بھی اگر سونا اللہ کی راہ میں خیرات کریں گے تو ان کو اتنا اجر نہ ملے گا جتنا میرے صحابہ میں سے کسی شخص کو ایک رائی کے دانے کے برابر خیرات پر ملے گا۔

(مجموع الفتاویٰ، ۳: ۱۵۵)

اجروثواب میں اس فرق کا سبب اخلاص اور خالصیت ہے۔ اسی لیے آقا علیہ السلام نے فرمایا:

نية المؤمن خير من عمله و عمل المنافق خير من نيته. (المعجم الكبير، ۶: ۱۸۵، الرقم: ۵۹۴۲)

''مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے اور منافق کا عمل اس کی نیت سے بہتر ہے''۔

منافق عمل پر زیادہ زور دیتا ہے کیونکہ عمل نظر آنے والی شے ہے اور اس کے دنیاوی اثرات و نتائج بھی ظاہر ہوتے ہیں۔ منافق کی پوری توجہ نیت کے بجائے عمل کو بڑھانے پر ہوتی ہے، اس لئے کہ اس کے عمل کی غرض و غایت ریا اور دکھلاوا ہے، دنیا میں مدح سرائی مقصود ہے۔ لہٰذا وہ عمل کی کمیت اور عمل کو مزین بنانے پر توجہ رکھتا ہے۔ وہ نیت کو رد کرتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ نیت لوگوں نے نہیں دیکھنی اور اس کے ظاہری فوائد اور اثرات بھی مجھے حاصل نہیں ہونے۔ دوسری طرف آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ مومن کا حال منافق کے برعکس ہے۔ مومن کا عمل اگر قلیل بھی ہو تو وہ پرواہ نہیں کرتا، وہ اپنی نیت کو خالص رکھنے کی طرف متوجہ رہتا ہے اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ عمل لوگوں نے دیکھنا ہے جبکہ نیت پر رب کی نگاہ پڑ رہی ہے۔

دین کو خالص کرنے کا حکم

اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت اختیار کرنے کا حکم دیتے ہوئے اسی جانب متوجہ فرمایا:

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ.

''حالانکہ انہیں فقط یہی حکم دیا گیا تھا کہ صرف اسی کے لیے اپنے دین کو خالص کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کریں''۔ (البینۃ، ۹۸: ۵)

یعنی اس کامل اطاعت میں ایسا اخلاص ہو کہ نیت و توجہ الی اللہ رہے، اس نیت اور توجہ میں کوئی جھول اور ملاوٹ نہ ہو۔ اخلاص پر مبنی اس اطاعت و بندگی کو اختیار کرنے کا حکم دیتے ہوئے اس کے ساتھ مزید ایک شرط بھی بیان کی۔ ارشاد فرمایا:

حُنَفَآءَ. (البینة: ۵)

’’(ہر باطل سے جدا ہوکر) حق کی طرف یکسوئی پیدا کریں‘‘۔

حُنَفَآءَ حنیف کی جمع ہے اور حنیف کا معنی ہے:

هو الذى يتحنف عن الاديان أي يميل إلى الحق.

(ابن منظور افریقی، لسان العرب، ۹: ۵۷)

یعنی جو سارے مذاہب اور ادیان سے منہ پھیر کر دین حق کی طرف ہو جائے اور اپنے راستے میں اتنی استقامت اور کامل یکسوئی کے ساتھ سیدھا چلے کہ کسی قدم پر بھی وہ دائیں بائیں لغزش نہ کھائے۔

حُنَفَآء کی شرط کے ساتھ اللہ رب العزت نے مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ کی تعریف کی کہ اخلاص ایسا ہو کہ صرف للّٰہیت پر قائم ہو۔ اس میں توجہ اور التفات فقط الی اللہ ہو۔ ماسویٰ اللہ کا نہ کوئی دھیان رہے، نہ رجحان رہے، نہ گھیان رہے اور نہ میلان رہے۔ بندہ کاملاً وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا کی عملی تفسیر بنتا ہوا ہر ایک سے ٹوٹ کر صرف اُسی کا ہوجائے۔ جس کی راہ میں ایسی استقامت ہو وہی حنیف ہوتا ہے۔

نیتوں میں اس کامل اخلاص اور یکسوئی و استقامت کی طرف متوجہ کرنے کے بعد عمل کا حکم دیا کہ

وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ.

’’اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیا کریں اور یہی سیدھا اور مضبوط دین ہے‘‘۔ (البینۃ، ۹۸: ۵)

اللہ رب العزت نے دین میں اخلاص کا حکم دیتے ہوئے اقامت صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ جیسے عمل کو مؤخر کیا۔ پہلے نیت کی صفائی کی، دل، روح، من، دھیان، رجحان اور خیال کی زمین میں اخلاص وللّٰہیت کا پودا بویا ہے اور ہر باطل اور ما سوی اللہ سے توجہ کو ہٹایا ہے۔ جب یکسوئی نیت خالصتاً نصیب ہوگئی تو اُس کے بعد اعمال صالحہ کی بات کی اور فرمایا کہ ذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ یہ دین قیم ہے یعنی اگر دین مستقیم کی راہ چاہتے ہو تو اس ترتیب سے چلو۔ گویا نیت کی اصلاح مقدم ہے، تب جا کر عمل قبول ہوتا ہے۔

عمل کے کمال یا زوال کی کنجی

لطف کی بات یہ ہے کہ اگر محض نیتِ حسنہ ہو اور عمل کسی مجبوری سے رہ جائے تو اُس نیت کا بھی اجر ہے لیکن اگر محض عمل نیک ہو اور اس کے پیچھے نیت نیک نہ ہو تو نیک عمل بھی کسی اجر کا باعث نہیں بنتا بلکہ رائیگاں جاتا ہے۔ گویا نیت بغیر عمل کے بھی درجہ اور ثواب دیتی ہے جبکہ بغیر نیت کے عمل، کمال تو دور کی بات درجہ اور ثواب بھی نہیں دیتا۔ اگر نیتِ باطلہ آ جائے تو نہ صرف عمل اجر سے محروم ہو جائے گا بلکہ باعثِ عذاب بھی ہوگا۔ عمل کی قبولیت یا مردودیت، عمل کے کمال یا عذاب میں بدل جانے کی کنجی نیت میں ہے۔ قرآن مجید کی سورۃ الماعون میں ارشاد فرمایا:

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ. الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ. الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ. وَ يَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ.

’’پس افسوس (اور خرابی) ہے ان نمازیوں کے لیےo جو اپنی نماز (کی روح) سے بے خبر ہیں (یعنی انہیں محض حقوق اللہ یاد ہیں حقوق العباد بھلا بیٹھے ہیں)o وہ لوگ (عبادت میں) دکھلاوا کرتے ہیں (کیوں کہ وہ خالق کی رسمی بندگی بجا لاتے ہیں اور پسی ہوئی مخلوق سے بے پرواہی برت رہے ہیں)o اور وہ برتنے کی معمولی سی چیز بھی مانگے نہیں دیتے‘‘۔ (الماعون، ۱۰۷: ۴۔۷)

یعنی یہ لوگ نماز پڑھتے ہیں مگر نماز میں نیت چونکہ دکھلاوا اور ریا کاری ہے لہذا وہ نماز بھی ان کے لئے دوزخ کے اذیت ناک عذاب کا باعث بن جاتی ہے۔ پڑھی تو نماز ہے مگر نیت باطل ہونے اور اس میں ریا ہونے کی وجہ سے نماز نہ اس کے اجر کو ضائع ہونے سے روک سکی اور نہ اس کو دوزخ میں پھینکے جانے کو روک سکی۔ اس نماز نے اسے دوزخ سے نکال کر جنت میں لے جانا تھا لیکن نیت باطلہ نے پورا حال بدل دیا۔ پس نیت و عمل کے

حوالے سے یہ قرآن مجید کا قاعدہ ہے کہ نیت ہر عمل کی قبولیت و مردودیت اور ثواب و عذاب کی کنجی ہے۔

زندگی کا ہر لمحہ عبادت بنایا جاسکتا ہے

ہم اپنی زندگیوں میں بہت سے عمل بلا جھجک کرتے ہیں لیکن وہ رائیگاں جاتے ہیں۔ جو عمل نیت اور ارادے کے بغیر کیا جائے وہ عمل نہیں بلکہ فعل کہلاتا ہے۔ اس کا کوئی اجر نہیں ہوتا کیونکہ یہ اعمال ہماری عادتیں ہیں۔ افعال اور اعمال میں فرق ہے۔ جو کام بغیر ارادے کے کئے جائیں وہ افعال و عادات ہیں اور جو کام ارادے کے ساتھ کئے جائیں وہ اعمال ہیں۔فعل پر اجر نہیں چونکہ وہ عادت ہے،عمل کا اجر ہے اس لئے کہ وہ عبادت ہے۔

اگر ہم چاہیں تو زندگی کا ہر لمحہ عبادت بنا لیں لیکن افسوس کہ ہم نے ساری زندگی بے کار کر رکھی ہے۔ ہماری زندگی کے سب لمحے رائیگاں جا رہے ہیں۔ ہم روز کھانا کھاتے ہیں مگر کھانا کھاتے ہوئے کبھی ایسی نیت نہیں کرتے جس سے ہمارا کھانا بھی عبادت میں بدل جائے حالانکہ یہ ممکن ہے۔ اگر ہم یہ نیت کر کے کھائیں کہ اس کھانے سے اللہ کی عبادت و اطاعت اور دین مبین کی خدمت کے لئے میرے جسم کو قوت میسر آئے۔ اتنی نیت کرنے میں ہمارا کچھ بھی خرچ نہیں ہوتا مگر جو کچھ رزق حلال میں سے ہم کھائیں گے اس کا ایک ایک لقمہ عبادت بن جائے گا۔ پس اتنی نیت نے ہمارے کھانے کو عبادت بنا دیا۔ ہم روز کھاتے ہیں مگر کبھی اس طرح کی نیت نہیں کی۔صرف بسم اللہ پڑھ لینے پر ہی اکتفا کرتے ہیں اور کئی کو تو یہ توفیق بھی نہیں ہوتی۔

اسی طرح نیت نیند کو بھی عبادت بنا دیتی ہے۔ اہل اللہ کی نیند دوسرے لوگوں کی نفلی عبادت سے افضل ہے کیونکہ وہ جب سوتے ہیں تو اس نیت سے سوتے ہیں کہ جسم کو آرام ملے تاکہ صبح تازہ دم ہوکر پھر اللہ اور آقا ﷺ کی نوکری کرسکیں، دین کی خدمت بجا لاسکیں، عبادت و اطاعت بجا لاسکیں، فرائض دین جو ان کے سپرد ہیں انہیں قوت کے ساتھ انجام دے سکیں۔ پس اس نیت سے سونے سے لے کر بیدار ہونے تک ان کا ہر لمحہ عبادت بن جاتا ہے۔ ملائکہ ان کے سرہانے اور پائنتی کھڑے ان کی بخشش کی دعائیں کرتے رہتے ہیں۔

گویا نیت کی قوت اتنی ہے کہ اُس نے نیند، چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے اور کھانے پینے کو بھی عبادت بنا دیا۔ ہم اپنی زندگی میں بے شمار عمل کرتے ہیں جس میں نیت ہی نہیں ہوتی۔ پس وہ افعال اور عادات ردی کی ٹوکری میں چلے جاتے ہیں۔ ان کا نامہ اعمال میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔صرف نیت کا مسئلہ اگر سمجھ لیا جائے تو پوری زندگی بدل جائے اور لمحہ لمحہ عبادت بن جائے۔ لہذا جو کام بھی کرنے لگیں بس یہ دیکھیں کہ یہ کام اللہ کی رضا کا ہے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے امر کی متابعت و مطابقت میں ہے۔یعنی اس کا تعین کرلیں کہ وہ کام اللہ کے حکم کے خلاف نہ ہو کیونکہ ہر وہ کام جو مباحات زندگی میں سے ہے اگر اللہ کے لئے اس کی نیت کرلی جائے تو وہ عادت نہیں رہے گی بلکہ عبادت ہو جائے گی۔

نیت میں ملاوٹ نہ کریں

عموماً کسی کام کو کرتے ہوئے ہم نیت ہی نہیں کرتے یا نیت تو کرتے ہیں مگر نیت اللہ کے لیے نہیں ہوتی، خالصتاً لوجہ اللہ نہیں ہوتی۔ نتیجتاً وہ عمل اجر و ثواب، اللہ کی قربت اور رضا کے حصول سے محروم رہتا ہے۔ دنیاوی اغراض و مقاصد آ جانے سے وہ عمل باطل ہو جاتا ہے۔ وہ عمل نہ تو اجر وثواب کا باعث بنتا ہے اور نہ ہمارے قلب و باطن کو نور فراہم کرتا ہے۔عمل کر کے باطن میں پھر بھی اندھیرا رہتا ہے۔ ایسے لوگ قیامت کے دن اللہ کے حضور کھڑے ہوں گے تو ان سے پوچھا جائے گا کہ اللہ کے

حضور کیا عمل لے کر آئے ہو؟

عالم کہے گا کہ تو نے مجھے علم دیا اور میں نے تیرے علمِ دین کو لوگوں میں پھیلایا۔ اللہ فرمائے گا کہ میں نیتوں کا حال بہتر جانتا ہوں۔ تو نے علم کی تبلیغ اس لئے کی تاکہ لوگ تجھے عالم کہیں اور تیری عزت ہو۔ جو تو نے چاہا، اور جس کی نیت تھی وہ تجھے دنیا میں مل گیا۔ آج کے دن تیرے لیے کوئی اجر نہیں۔

غنی کھڑا ہوگا اور کہے گا کہ اے میرے رب! تو نے مجھے مال دیا، میں نے اسے غریبوں پر خرچ کیا۔ اللہ تعالیٰ جواب دیں گے: تو نے اس لیے خرچ کیا کہ لوگ تجھے سخی اور غنی کہیں، تجھے ملتے ہوئے تیرے آگے جھکیں، شہر میں تیری عزت ہو کہ بڑا سخی ہے اور بڑا خرچ کرنے والا ہے۔ جو تو نے چاہا اور جو تیری نیت تھی وہ تجھے دنیا میں مل گیا۔ آج تیرے عمل کا کوئی اجر نہیں۔

شہید کہے گا کہ باری تعالیٰ تو نے مجھے زندگی دی، میں نے تیری راہ میں جہاد کیا اور اپنی زندگی قربان کردی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو جہاد میں ضرور گیا مگر تیری نیت یہ تھی کہ اگر مارا گیا تو لوگ شہید کہیں گے، بچوں کا نام ہوگا اور اگر زندہ رہا تو غازی کہلواؤں گا۔ پس تو نے ناموری اور شہرت کے لیے جہاد میں حصہ لیا۔ تو نے جو چاہا وہ تجھے مل گیا، لہذا آج کے دن تیرے لیے کوئی اجر نہیں۔
(صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، ۳:۱۵۱۳، الرقم: ۱۹۰۵)

سمجھانا مقصود یہ ہے کہ نیت باطل ہو تو بڑے بڑے اعلیٰ درجے کے اعمال بھی رائیگاں جاتے ہیں۔ اگر دکھلاوے اور ریا کی نیت سے ادا کی جانے والی نماز اور جہاد دوزخ کے اذیت ناک عذاب اور سب سے نچلے درجے کا باعث بن سکتے ہیں تو باقی کون سے اعمال ہیں جن کی نیت باطل اور ریا پر مبنی ہونے کے سبب وہ اعمال بندے کو بچا لیں گے۔ ہم نیت نہیں کرتے نتیجتاً ہمارے اعمال فقط عادات اور افعال رہ جاتے ہیں اور اگر نیت ہوتی ہے تو دل کے اندر کھوٹ ہوتا ہے۔ ہم نیت خالصتاً لوجہ اللہ نہیں کرتے بلکہ کوئی نہ کوئی غرضِ دنیا پیش نظر ہوتی ہے۔

نیت کی اقسام

کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ نیکی کی نیت بھی کرتے ہیں لیکن ساتھ میں دنیاوی مقاصد کی نیت بھی کرتے ہیں۔ اس طرح وہ خلط ملط کر دیتے ہیں۔ اسی لیے اولیاء اللہ نے نیت کی تین اقسام بیان کی ہیں:

۱۔ نیتِ صافیہ ۲۔ نیتِ ممتزجہ ۳۔ نیت کدِرہ

۱۔ نیت صافیہ / نیت خالصہ

نیت صافیہ/ خالصہ سے مراد وہ نیت ہے جو صرف اللہ کی رضا اور اس کی لقاء کے لیے ہو۔ یعنی عمل صرف اللہ کی رضا، اس سے ملاقات، اس کے حکم کی متابعت اور اس کی خوشنودی کے لیے کیا جائے۔ یعنی سوائے اللہ کی رضا کے کچھ مطلوب نہ ہو۔ نیت صافیہ کا مفہوم قرآن مجید میں بیان کردہ ایک واقعہ سے واضح ہوتا ہے:

حسنین کریمین کے بیمار ہونے پر حضرت علی المرتضیٰؓ اور سیدہ کائنات حضرت فاطمہ الزہراؓ نے منت مانی کہ جب وہ شفایاب ہوں گے تو ہم روزے رکھیں گے۔ جب وہ شفایاب ہو گئے تو انہوں نے شکرانے کے تین روزے رکھے۔ سیدنا علی المرتضیٰؓ اور سیدۂ کائناتؓ کے پاس افطاری کے لئے نہایت کم کھانا تھا جو بمشکل انہیں ہی کفایت کرتا۔ جب افطار کرنے لگے تو ایک شخص دروازے پر آیا اور اس نے آواز دی کہ میں یتیم ہوں، میرے پاس کھانے کا کچھ نہیں، بھوکا ہوں۔ اس گھرانے کے پاس اس وقت کھانے کے لئے جو کچھ تھا، وہ اس کو دے دیا اور خود پانی سے افطار کر لیا۔

دوسرے دن روزہ رکھا، عین افطار کے وقت صدا آئی کہ میں مسکین ومحتاج ہوں اور بھوکا ہوں۔ اہل بیت اطہار نے افطاری کے لئے موجود اشیاء اسے دے

دیں اور خود پانی سے افطار کر لیا۔ تیسرے دن بھی وقتِ افطار اس صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑ گیا۔ آواز آئی کہ میں ایک قیدی ہوں اور کئی دن سے بھوکا ہوں۔ حسب سابق سارا کچھ اسے دے دیا اور خود پانی سے افطار کر لیا۔

قرآن مجید اہل بیت اطہار کی اس قربانی و ایثار اور ان کی نیت خالصہ کو یوں بیان کرتا ہے۔ ارشاد فرمایا:

وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا.

’’اور (اپنا) کھانا اللہ کی محبت میں (خود اس کی طلب و حاجت ہونے کے باوُجود اِیثاراً) محتاج کو اور یتیم کو اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں‘‘۔ (الدھر، ۷۶: ۸)

ایک اعتراض کا جواب

یہاں جملہ معترضہ کے طور پر اس واقعہ پر ہونے والے اعتراض کا جواب بھی دیتا چلوں کہ بعض لوگ کم علمی کی وجہ سے یا اہل بیت اطہار کے ساتھ محبت و رغبت کے فقدان یا بغض و عداوت کی وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ واقعہ سیدنا علی المرتضیٰؓ، سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ اور حسنین کریمینؓ سے متعلق نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں یہ واقعہ مکہ معظّمہ میں پیش آیا۔ مدینہ طیبہ میں یہ آیت اتری ہی نہیں۔ وہ اس آیت کو مکی آیت قرار دے کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ دور مکہ میں حضرت علی و فاطمہؓ کی تو شادی ہی نہ ہوئی تھی اور نہ حسنین کریمین کی ولادت ہوئی تھی۔ لہذا یہ واقعہ بھی ان سے متعلق نہیں ہے۔

اس بات کو رد کرنے کے محدثانہ اور مفسرانہ جوابات بہت سے ہیں مگر ان ساری چیزوں سے صرف نظر کرتے ہوئے ایک نکتہ اسی آیت کریمہ سے اس سوال کے جواب میں دے رہا ہوں۔ اس جواب کے بعد پھر بقایا کسی راوی کے کہنے کی کوئی حیثیت برقرار نہیں رہتی۔ اس لئے کہ قرآن کی اس آیت پر تو کسی کو اعتراض نہیں۔

اس آیت میں یتیم، مسکین اور قیدی کا ذکر آیا ہے۔ یتیم اور مسکین مکہ میں بھی تھے اور مدینہ میں بھی تھے لیکن قیدیوں کا وجود تو اسلام کی تاریخ میں ہجرت مدینہ سے پہلے مکہ میں سرے سے تھا ہی نہیں۔ پھر آیت میں قیدی کی بات کہاں سے آ گئی۔ مکہ میں تو کوئی جہاد و غزوہ نہیں ہوا۔ جہاد کی اجازت بھی نہیں تھی اور نہ وہاں کوئی قیدی بنایا گیا۔ قیدی تو ہجرت مدینہ کے بعد سب سے پہلے غزوۂ بدر میں بنے اور ۷۰ کفار گرفتار ہوئے اور قیدی بن کر آئے۔ اگر فقط مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا کی بات ہوتی تو اس تعبیر پر سوچنے کی گنجائش تھی۔ لیکن اب تو نصِ قرآنی کے مقابلے میں کسی روایت پر غور کرنے کی بھی گنجائش نہیں رہتی۔ جب کہہ دیا کہ قیدیوں کو کھلا دیتے ہیں تو قیدیوں کا وجود ہی مدینہ میں تھا۔ اس لیے اس کا اطلاق بغیر شک و شبہ کے اہل بیت اطہار مولیٰ علی شیر خداؓ، سیدہ فاطمہ زہراءؓ اور حسنین کریمینؓ کی شفایابی کے شکرانے کے روزوں پر ہے۔ لہذا دوسری کسی روایت کی گنجائش نصِ قرآن کے مقابلے میں نہیں رہتی۔

اللہ رب العزت نے اہل بیت اطہار کے اس واقعہ کا تذکرہ قرآن میں کیا اور پھر ان کی نیت کا ذکر بھی کیا کہ وہ نیتِ صافیہ کے کمال پر تھے، اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ

اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا. (الدھر، ۷۶: ۹)

’’ہم تو محض اللہ کی رضا کے لیے تمہیں کھلا رہے ہیں، نہ تم سے کسی بدلہ کے خواستگار ہیں اور نہ شکرگزاری کے (خواہشمند) ہیں‘‘o

انما کلمہ حصر ہے۔ مراد یہ کہ کھانا دینے اور خود فاقہ کر لینے کا سرے سے ہی کوئی سبب، غرض اور نیت نہیں ہے صرف اس لیے کھلایا کہ مولیٰ راضی ہو جائے۔ جس کی مدد کی اس سے اس کا نہ کوئی بدلہ مانگتے ہیں حتیٰ کہ شکر گزاری بھی نہیں مانگتے کہ یہ کلمہ بھی ہمارے دروازے پر نہ کہو کہ ہم آپ کے بڑے شکر گزار ہیں۔ اس لئے کہ یہ سب رب کے لیے کیا ہے، تمہارے لیے نہیں کیا۔ جب

اللہ کی خاطر کئے ہوئے عمل کی نیت اتنی خالص، صاف اور صافیہ ہو جائے کہ اس میں نہ جزا کی گرد رہے، نہ کسی شکریہ کی طلب کی گنجائش رہے، نیت خالصتاً لوجہ اللہ کمال پر جا پہنچے اور جو کچھ ہے وہ فقط مولیٰ کی رضا کے لیے کیا ہو تو اس نیت کو نیت صافیہ و خالصہ کاملہ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسی نیت کے ساتھ اعمال کرنے والوں کو جنتوں اور اس کے چشموں کا مالک بنا دیتا ہے۔

جو لوگ اپنے تعلق میں اللہ کے ساتھ خالص ہو جاتے ہیں تو پھر وہ وہ لذت پاتے ہیں۔ ان کے ہاں خستہ حالی سے بہتر خوشحالی کوئی نہیں ہوتی۔ ان کو اس حال میں کیف و سرور ملتا ہے۔

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ میں حج پر گیا، کعبۃ اللہ کے طواف کے دوران میری نظر ایک جوان پر پڑی جس کے چہرے سے معرفت کے آثار نمایاں تھے۔ اس کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے، ظاہری حالت بڑی خستہ تھی۔ میں سمجھ گیا کہ وہ فقر، افلاس اور حاجتمندی کے حال میں ہے۔ میرے پاس کل ایک سو دینار تھے، میں نے سو دینار جیب سے نکالے، ہاتھ میں رکھے اور تیزی سے طواف کے دوران اس کے قریب ہوا اور اس کے ہاتھ کے ساتھ ہاتھ ملا کر سو دینار اسے دینا چاہے۔ اس جوان نے میرا ہاتھ جھٹکے سے پیچھے کر دیا۔

میں دوبارہ آگے بڑھا اور اس کے کان میں آہستہ سے کہا کہ اے جوان! میں نے تیری خستہ حالت دیکھی ہے، میرے پاس یہ سو دینار تھے، اس سے ضروریات کو پورا کر لینا، میں صدق و اخلاص سے یہ خدمت کر رہا ہوں۔ اس جوان نے رک کر مجھے جواب دیا: ذوالنون اس رب کی قسم جس کے گھر میں تم اور میں طواف میں مصروف ہیں، اس خستہ حالی کے عوض مجھے اگر کوئی جنت اور جو کچھ جنت میں ہے سارا دے کر کہے کہ یہ حال بیچ دو، تو میں ساری جنت کے عوض بھی یہ حال کبھی بیچنے کو تیار نہیں۔ وہ دارالبقاء ہے اور تو دار فناء کے چند درہم و دینار دے کر میرا حال ختم کرنا چاہتا ہے۔ جو لذت مولیٰ کے دیئے ہوئے اس حال میں ہے، وہ درہم و دینار میں نہیں ہے۔

گویا جب نیت صافیہ اور خالصہ ہو جائے تو زندگیوں سے اذیت اور پریشانی ختم ہو جاتی ہے اور جب اذیت اور دکھ ہی نہیں رہتا تو زبان پر کبھی شکوہ ہی نہیں آتا۔

۲۔ نیت ممتزجہ

جس نیت میں ملاوٹ آ جائے، خلوص اور دنیوی حرص آپس میں خلط ملط ہو جائیں، اس کو نیت ممتزجہ کہتے ہیں۔ حضرت امام احمد الرفاعی بیان کرتے ہیں کہ

ایک شخص حج کے سفر میں حضرت رابعہ بصریؒ سے ملا، اس نے کہا کہ مجھے آپ سے بڑی محبت ہے۔ میں آپ کا سچا طالب ہوں اور آپ کی محبت میں گرفتار ہوں۔ حضرت رابعہ بصریؒ اس کی بات سن کر رُک گئیں۔ آپ نے فرمایا: سچ کہہ رہے ہو؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا: اچھا ایک بات سنو، میری ایک بہن ہے تم نے شاید اس کو نہیں دیکھا، مجھ سے بدرجہا خوبصورت ہے۔ اس کے حسن و جمال کی کوئی حد ہی نہیں، ذرا مڑ کر میری بہن کو دیکھو اور پھر موازنہ کرو۔ آپ کی یہ بات سن کر اس شخص نے آپ کی بہن کو تکنے کے لئے دفعتاً گردن پھیری۔ اس شخص کے اس عمل پر آپ نے ایک طمانچہ اس کے منہ پر مارا اور فرمایا: بدبخت میرے ساتھ عشق کا دعویٰ بھی کرتے ہو اور کسی دوسرے کے حسن کو بھی تکنے کی خواہش رکھتے ہو۔ میرے حوالے سے نیت میں خالصیت، رغبت اور محبت کا تمہارا دعویٰ کلیتاً باطل ہے۔ محبت جس خالصیت کو چاہتی ہے، وہ خالصیت تیرے اندر نہیں، اس میں ملاوٹ ہے۔ ابھی تیری نیت میں گنجائش ہے کہ کوئی اس سے حسین تر مل جائے تو دھیان ادھر کر لیا جائے۔ آپ نے فرمایا: جھوٹے! تیرا حال میری محبت میں اتنا دگرگوں ہے تو مولیٰ کی محبت میں تیری

خالصیت کتنی کم ہوگی؟ میں نے بہت سے لوگ دنیا میں دیکھے کہ جن کی باتیں سنیں تو عارف لگے مگر ان کا تجربہ کیا تو کاذب لگے اور تم کذابین میں سے ہو۔

۳۔ نیت کدرہ

یہ نیت صافیہ کے بالمقابل دوسری انتہاء پر ہے۔ جو نیت ریاکاری، تکبر اور دنیا پرستی کے لیے ہو، اس کو نیت کدرہ کہتے ہیں۔ یعنی اس میں کامل کدورت اور میل کچیل آ جاتا ہے اور صفائی کی گنجائش نہیں ہوتی۔ آدمی ظاہری نیک اعمال کرتا ہے مگر اس کا ارادہ و غرض دنیوی حرص و لالچ کے لیے ہوتا ہے۔

حضرت ابو یزید بسطامی کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور پوچھا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کے پاس اسم اعظم ہے۔ مجھے بھی اس کی تعلیم دیں تاکہ جب اس کو پکاروں تو میرے بھی کام ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا: نادان اُس ذات کے لیے اسم محدود نہیں ہے:

لیس له حد محدود انما هو فراغ قلبک لوحدانية فاذا کنت کذلک فارفع الی ای اسم شئت. (حلیة الاولیاء، ۱۰ : ۳۹)

یعنی اپنے دل کو اور اپنی جان کو اللہ کے ماسویٰ سے پاک کر لے۔ اللہ سے ایسا تعلق رکھ کہ اس تعلق میں کسی غیر کے سائے کا بھی گزر نہ ہو۔ کسی غیر کا خیال، ماسویٰ اللہ کا دھیان اور غیر کی کوئی گرد بھی بھولے سے ادھر نہ آئے۔ الغرض تیرے اور تیرے مولیٰ کی رضا کے درمیان کوئی حجاب نہ ہو۔ جب تو اپنا دل اللہ کے ماسویٰ سے اس طرح خالی کر دے گا تو پھر جس نام سے چاہے رب کو پکار، وہی اسم اعظم ہے۔ ہر اسم، اسم اعظم ہے۔ جو نام پکارے گا اسی نام کی کرامت ہوگی۔

کرامت نام میں نہیں بلکہ دل کو رب کی خلوت گاہ بنانے میں ہے۔ دل کو رب کے لیے صاف کرنے میں کرامت ہے کہ بندے نے اپنا دل مولیٰ کے لیے کتنا خلوت کدہ بنایا ہے۔۔۔؟ اللہ کے تعلق کو اپنے قلب و باطن اور چاہت میں کتنی جگہ دی ہے۔۔۔؟ کتنا خالصتاً لوجہ اللہ ہے۔۔۔؟ جوں جوں ماسوی اللہ سے دھیان کا دامن، رغبت کا دامن اور حرص و لالچ کا دامن چھوٹتا جائے گا اور التفات سوئے خدا جوں جوں کامل ہوتا چلا جائے گا ہر اسم اسم اعظم بنتا چلا جائے گا۔ اس لئے کہ نیت جب خالصہ ہوجاتی ہے تو پھر بندے کے احوال بدل جاتے ہیں۔

نیت کو فاسد کرنے والی چیزیں

ہماری نیت کو فاسد کرنے والی دو چیزیں ہیں، جس سے سارے اعمال برباد ہو جاتے ہیں:

۱۔ ایک شے ہمارے خارج میں ہے یعنی ابلیس

۲۔ ایک شے ہمارے داخل میں ہے یعنی نفس

یہ دونوں یعنی شیطان اور نفس وسوسہ اندازی اور اپنے اثر کے ذریعے ہمارے رجحانات، زندگی کے اعمال کے پیچھے کارفرما خیالات، ہمارے دھیان کے رخ اور ہماری نیتوں کو تبدیل اور گدلا کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا:

الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ. مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ.

''جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ خواہ وہ (وسوسہ انداز شیطان) جنات میں سے ہو یا انسانوں میں سے''۔ (الناس،۱۱۴: ۵)

باطل نظریات اور عقائد کو وسوسہ کہتے ہیں۔ اس سے یقین ختم ہو جاتا ہے۔ یقین ختم ہو جائے تو اللہ کے ساتھ خالص تعلق قائم کرنے کی رغبت و شوق ختم ہو جاتا ہے۔ وسوسہ آنے سے یقین نہ رہا بلکہ وہم آ گئے نتیجتاً وہ شوق و رغبت ختم ہوگئی جس نے خالصتاً ہماری توجہ کو اللہ سے جوڑنا تھا۔ دوران عمل طرح طرح کے خیالات آنے لگ جاتے ہیں اور یہ خیالات، آرزوئیں و امیدیں بن کر ہماری نیت کو گدلا کر دیتے ہیں۔ اسی لیے

اللہ رب العزت نے فرمایا:

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا. (فاطر، ۳۵: ۶)

’’بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے سو تم بھی (اس کی مخالفت کی شکل میں) اسے دشمن ہی بنائے رکھو‘‘۔

شیطان کے حملوں کے طریقے

شیطان ہمیں ہلاک کرنے اور ہمارے اعمال کو باطل کرنے کے لئے مختلف طریقے استعمال کرتا ہے۔ کبھی وہ ہمارے عقائد خراب کرتا ہے، کبھی افکار و نظریات پر حملہ کرتا ہے، کبھی یقین و توکل کو وسوسہ کے ذریعے ختم کرتا ہے۔ یعنی ہم پر اعتقادی، فکری اور نظریاتی حملے کرتا ہے۔ کبھی اس کا حملہ ہم سے گناہ، معصیت، نافرمانی کا ارتکاب کروانے کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ ذیل میں ہم شیطان کے ان بڑے حملوں کے متعلق جانتے ہیں جو ہماری کمزوری و نقص کے باعث بڑے کارگر ہوتے ہیں اور ان کی پہچان کے بغیر ہم ان حملوں سے بچ نہیں سکتے۔

۱۔ عبادت و طاعت سے روک دینا

شیطان کا کام ہماری زندگی میں عملی خرابیوں کے لیے صرف یہ نہیں کہ وہ ہم سے گناہ کروائے۔ اس لئے کہ گناہ اور غلطی کے بعد اگر سمجھ آ جائے کہ غلط کر رہا ہوں تو اصلاح کے امکانات بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ توبہ کی توفیق ہو جاتی ہے، انسان گناہوں کا احساس کرلے تو سنورنے کے امکانات ہیں۔ لہذا ہم سے گناہ کروانا، غلط کام کروانا، شراب پر لگا دینا، بدکاری پر لگا دینا یہ تمام کام شیطان کے چھوٹے حملے ہیں کیونکہ یہ سب کچھ نظر آتا ہے، سمجھ میں آتا ہے۔ لہذا اس کا اس سے بڑا حملہ بھی ہے؟ وہ بندوں کو ظاہری گناہوں پر لگانے کے بجائے بندے پر انحصار کرتا ہے۔ وہ منتخب کرتا ہے کس پر کون سا حملہ کرنا ہے اور کون سا بندہ اس کے کس حملے کے لیے موزوں ہے۔ اس کے حملے کی حکمت عملی کیس ٹو کیس ہوتی ہے۔

لہذا بعض لوگوں پر شیطان کا حملہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ان سے ظاہری گناہ نہیں کرواتا مگر انہیں نیکی کے کاموں اور اللہ کی اطاعت بجا لانے سے روک دیتا ہے۔ شراب، جوا، بدکاری، حرام کاری پر نہیں لگاتا مگر نماز کے لیے اس کا دل اچاٹ کروا دیتا ہے۔ نماز میں غفلت کرا دیتا ہے۔ کبھی ایک نماز چھوٹ گئی، کبھی دو چھوٹ گئیں، کبھی تین، رفتہ رفتہ کئی چھوٹ گئیں۔ پہلے چھوٹنے پر دکھ ہوتا تھا، رفتہ رفتہ دکھ بھی جاتا رہتا ہے اور غم بھی جاتا رہتا ہے۔ الغرض وہ عبادت، اطاعت اور نیکی کا عمل چھڑوا دے گا اور ان کی طرف رغبت اور رجحان بھی کم کرا دے گا۔ نیکیوں کے عمل سے روک دینا دراصل گناہوں کا ارتکاب کروانے سے بھی زیادہ بڑا حملہ ہے۔ اس سے انسان کا نامہ اعمال خالی ہوجاتا ہے۔

۲۔ بدعقیدگی پیدا کردینا

ایک بنیادی نکتہ یاد رکھ لیں کہ شیطان کا مقصود، غرض اور مطمع نظر انسان سے گناہ کروانا نہیں بلکہ اس کا مقصد اسے اپنے ساتھ دوزخ میں لے جانا ہے۔ اس نے اللہ کی بارگاہ میں قسم کھائی تھی کہ میں تیرے بندوں سے جہنم کو بھر دوں گا۔ لہذا وہ کئی طریقوں سے اپنے مقصد کو پورا کرتا ہے۔ جس طرح وہ گناہ کرواکر اور نیکیوں سے روک کر اپنے مقصد کی تکمیل کرتا ہے اسی طرح وہ بندوں کو بدعقیدگی کی طرف مائل کرکے بھی اپنے مقاصد کی تکمیل کرتا ہے۔ بھلے ساری زندگی روزے رکھیں، نمازیں پڑھیں، مدرسے بنائیں، شریعت شریعت کی رٹ لگائیں مگر حضور نبی اکرم ﷺ کا ادب اور تعظیم و تکریم کو شیطان دل سے ختم کروادیتا ہے، جس سے ظاہری عبادت کا بھی کوئی اثر باقی نہیں رہتا۔

اب خواہ ساری زندگی نمازیں پڑھیں، اس کی فکر شیطان کو نہیں ہوتی اس لئے کہ اسے معلوم ہے کہ میں نے اس شخص کو بدعقیدہ بنا دیا ہے اور اب یہ بدعقیدگی اس کو جہنم کا ایندھن بنا دے گی۔ نمازیں کسی کھاتے میں شمار

نہیں ہوں گی۔ بندہ سب کچھ کرے لیکن شیطان اگر دل سے حضور ﷺ، اہل بیتؓ، صحابہ کرامؓ کی محبت ہی نکال دے، ان کا بغض اور ان سے نفرت و عداوت دل میں ڈال دے تو ایمان برباد ہو گیا اور بندہ جہنم کا ایندھن ہوگیا۔ صحابہ کرام و اہل بیت پر سب وشتم کرنے، ان سے نفرت کرنے سے سب کچھ برباد ہوجاتا ہے اور بندہ جہنم کا ایندھن بنا دیا جاتا ہے۔

اسی طرح اللہ کے محبوب و مقرب بندوں اولیاء، صالحین سے نفرت و عداوت کا دل میں پیدا ہونا بھی بدعقیدگی کی ایک شکل اور شیطان کا ایک حملہ ہے۔ کیونکہ اللہ نے کہا جو میرے ولی کا دشمن ہے میرا اس کے ساتھ اعلان جنگ ہے۔ شیطان نے بندوں کی اللہ سے یہی جنگ کروانی تھی، پس اس نے یہ کروا دی۔

ان تمام باتوں سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ شیطان کا انحصار صرف ایک طریقہ پر نہیں ہے۔ اس کا اصل مقصد جہنم بھرنا اور اپنے ساتھ دوزخ میں لے جانا ہے۔ اس کے لئے وہ ہزار حربے جو چاہے استعمال کر لے۔ خواہ دنیوی حربہ استعمال کرے یا دین کے نام پر حربے استعمال کرے۔ اگر آخرت اور دین کے نام پر کوئی دنیا کمائے، لوٹ مار کرے تو اس سے شیطان کا کام ہوگیا اور بندہ جہنم کا ایندھن ہوگیا۔ اسی طرح اگر کوئی لوگوں کو وعظ کرے لیکن خود عمل اس وعظ و نصیحت کے مخالف کرے اور لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ. (تم وہ باتیں کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں ہو) کی خلاف ورزی کرے تو اس سے بھی شیطان کا کام ہوگیا اور بندے کے وعظ بھی اکارت گئے۔ الغرض شیطان ایک طرف عبادات اور اطاعات سے بندے کو روک دیتا ہے اور دوسری طرف بدعقیدہ بنا کر جہنم کی طرف اس کا سفر یقینی بنا دیتا ہے۔

۳۔ نیت کو خراب کر دے

شیطان کے انسان کو ہلاکت میں ڈالنے کا ایک بڑا حملہ انسان کی نیت کو خراب کر دینا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ انسان کو عبادات، نماز، حج و زکوٰۃ اور سب نیک کام کرنے دے مگر ان سب اعمال کے پیچھے نیت کو خراب کر دے۔ نیت فاسدہ، باطلہ اور کدرہ ہو جائے۔ یعنی نماز جی بھر کے پڑھیں مگر طبیعت میں ریا، تکبر، حسد، عداوت، بغض و عناد اور اللہ کے بندوں کے ساتھ نفرت موجود ہو۔ اس سے سارے اعمال برباد ہوگئے۔ یہ سب سے بڑا خطرناک حملہ ہے کہ شکل میں تو نیک لگے مگر پتہ نہ چلے کہ یہ آدمی برا ہے۔

ذوالخویصرہ تمیمی نے مال غنیمت کی تقسیم کے موقع پر اعتراض کیا اور آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر کہا تھا:

اِتَّقِ اللهَ. (اللہ سے ڈرو۔)

دوسری روایت میں ہے کہ اُس نے کہا:

إعْدِل. (عدل کرو۔)

اس کی اس بات پر حضرت عمر فاروقؓ اور خالد بن ولیدؓ جیسی شخصیات نے تلواریں نکال لیں کہ اس بے باکی و بے ادبی پر اس کی گردن اڑا دیں مگر حضور ﷺ نے انہیں ایسا کرنے سے روک دیا۔ اُس نے جب صحابہ کرامؓ کا یہ ردعمل دیکھا تو حضور ﷺ کی طرف پیٹھ پھیر کر اُس مجلس سے چلا گیا۔ اس کے اس عمل پر آقا علیہ السلام نے فرمایا: اس کی نسل سے ایسے لوگ ہوں گے کہ اے صحابہ! تمہیں اپنی نمازیں ان کی نمازوں کے مقابلے میں چھوٹی نظر آئیں گی۔ تمہیں اپنے روزے ان کے روزوں کے مقابلے میں قلیل نظر آئیں گے۔ تمہیں اپنی تلاوت قرآن ان کی قرات قرآن کے مقابلے میں چھوٹی نظر آئے گی مگر ان کا قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔

یمرقون من الدین کمروق السهم من الرمیة.

(صحیح بخاری، کتاب الادب، ۵:۲۲۸۱، الرقم:۵۸۱۱)

''دین سے اس طرح خارج ہوں گے جس طرح تیر شکار سے خارج ہوتا ہے''۔

صحابہ کرامؓ اُس کو تقویٰ، عبادات اور تسبیحات کو عام صحابہ سے کئی زیادہ دیکھتے تھے مگر عبادات کی یہ تمام کثرت اُس کی طرف سے بے ادبی مصطفیٰ ﷺ کے ارتکاب کی وجہ سے رائیگاں گئی۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس نے کوئی برا کلمہ کہا ہے؟ نہیں بلکہ اس نے عدل اور تقویٰ کی بات کی۔ مگر خرابی کیا تھی؟ خرابی یہ تھی کہ اس کے اندر حضور نبی اکرم ﷺ کا حیاء اور ادب نہ تھا۔ جس ذات کو عدل اور تقویٰ اختیار کرنے کا کہہ رہا تھا، بدبخت یہ نہ جانتا تھا کہ ان کے قدموں کی دھول سے تو عدل اور تقویٰ کائنات میں پیدا ہوا ہے۔ پس حیا اور تعظیمِ مصطفیٰ ﷺ نہ ہونے کے سبب وہ جہنم کا ایندھن ہوگیا۔

حضرت جندبؓ روایت کرتے ہیں کہ جب مولیٰ علی شیر خداؓ خوارج کے خلاف جنگ کررہے تھے تو سیدنا علی المرتضیٰؓ نے مجھے خوارج کی طرف جنگ سے پہلے پیغام دے کر بھیجا۔ میں ان کی تہجد گزاری، ان کے ماتھوں پر سجدوں کے نشان، عبادت کی کثرت اور تلاوت قرآن میں مشغول حال دیکھ کر متزلزل ہوگیا کہ ان سے جنگ کرنا کہیں ہماری غلطی نہ ہو کیونکہ یہ تو شریعت کے بڑے پابند ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر مولیٰ علی شیر خداؓ کی زبان سے میں نے یہ نہ سنا ہوتا کہ آقا علیہ السلام نے ان کی یہی نشانیاں بیان کرکے فرمایا ہے کہ یہ لوگ دین سے خارج ہوں گے۔ اگر یہ حدیث نہ سنی ہوتی تو ہم ان کے ظاہری حال کو دیکھ کر انہیں ولی سمجھتے۔ مگر بدعقیدگی اور تعظیم و ادب مصطفیٰ ﷺ نہ ہونے کی وجہ سے ان کا دین برباد ہوگیا اور وہ دوزخ کا ایندھن بن گئے۔ (طبرانی، المعجم الاوسط، ۴: ۲۲۷، الرقم: ۴۰۵۱)

گویا شیطان کے ایسے حملے بھی ہوتے ہیں کہ وہ بندوں کے ظاہری اعمال اسی طرح رہنے دیتا ہے مگر ان کی نیتوں، عقائد اور اخلاق سیئہ میں فتنہ داخل کردیتا ہے۔ انہیں مغرور اور مکرزدہ کر دیتا ہے۔ نتیجتاً ان کی عبادت، عبادت نہیں رہتی۔ اس لیے ضروری ہے کہ شیطان اور اس کے سارے حملوں کی پہچان پیدا ہو تاکہ ان حملوں سے بچنے کی سعی کی جاسکے۔

شیطان انسان کو مقام و مرتبہ پر فائز ہونے سے کیسے کیسے روکتا ہے؟ آیئے ایک اور واقعہ سے اس کے حملوں کا اندازہ لگاتے ہیں:

ایک عبادت گزار ولی اللہ ایک دیوار کے سائے میں سوئے ہوئے تھے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور ان کو جگا کر کہنے لگا کہ اللہ کے بندے دیوار گرنے لگی ہے جلدی سے یہاں سے اٹھ جا۔ وہ دیوار سے تھوڑے ہی دور ہوئے تھے کہ دیوار گر گئی۔ ولی اللہ نے اس شخص کو پکڑ لیا اور کہا مجھے اپنا تعارف کرا کہ تو میرا اتنا ہمدرد اور بہی خواہ کون ہے؟ اس نے کہا میں ابلیس ہوں۔ پوچھا: میرے ساتھ ہمدردی کیوں کی؟ حالانکہ میری تو ساری زندگی تیرے ساتھ جنگ رہی ہے۔ شیطان نے کہا کہ تجھ سے ہمدردی نہیں ہے، اس لیے بچایا کہ اگر دیوار گرنے سے تیری موت واقع ہوجاتی تو اللہ کی بارگاہ میں تو شہید گردانا جاتا اور تیرا درجہ جنت میں شہداء تک جا پہنچتا۔ میں تمہیں درجۂ شہادت سے بچانا چاہتا تھا۔ تمہیں راہ حق سے تو ہٹا نہ سکا، اللہ کی عبادت سے روک نہ سکا، مگر اتنا ہی کر لیا کہ شہادت کے درجے سے تمہیں روک لوں۔

یاد رکھیں! نیت ایک میدان ہے جہاں شیطان کے حملے ہوتے رہتے ہیں۔ اگر نیت کے محاذ پر انسان جیت گیا اور شیطان شکست کھا گیا تو کئے گئے اعمال اللہ کی قربت کا باعث بن جاتے ہیں۔ لیکن اگر نیت کے محاذ پر بندہ شکست کھا گیا اور شیطان جیت گیا تو سارے اعمال بیکار اور رائیگاں گئے۔ لہذا پوری زندگی میں خیر اور شر کا مدار نیت پر ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو جو اعلیٰ درجہ ملا، ان کے ایمان کو دوسروں پر جو ترجیح ملی کہ وہ سب پر فوقیت لے گئے،

(بقیہ صفحہ 31 پر ملاحظہ فرمائیں)

الفقہ

آپ کے فقہی مسائل

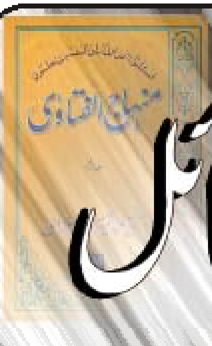

مفتی عبدالقیوم خاں ہزاروی

سوال: کیا ہر مقتول شہید کہلائے گا؟ زمین کے جھگڑے میں میرے انکل دشمنوں کے ہاتھوں مارے گئے۔ کیا ہم انہیں شہید کہہ سکتے ہیں؟ اس لڑائی کے دوران قاتل بھی ہمارے ہاتھوں زخمی ہوا، اس کے لیے کیا ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے گنہگار یا سزاوار ہیں یا نہیں؟

جواب: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

الشُّهَدَاءُ خَمْسَةٌ الْمَطْعُونُ وَالْمَبْطُونُ وَالْغَرِقُ وَصَاحِبُ الْهَدْمِ وَالشَّهِيدُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ.

”شہداء پانچ طرح کے ہیں: جو طاعون (یا اس جیسی دیگر مہلک بیماری مثلاً کینسر، ٹی بی، چیچک، ایکسیڈنٹ وغیرہ) سے مر گیا، پیٹ کی بیماری (ہیضہ، قولنج، ہارٹ اٹیک وغیرہ) سے مر گیا، جو ڈوب کر (دریا میں، جھیل میں، سمندر میں، سیلاب میں، گلیشئرز میں، کنوئیں یا نہر یا ڈیم میں) مر گیا، جو (مکان وغیرہ کی چھت، پہاڑی تودے، گلیشئر، گاڑی کے نیچے، عمارت کے نیچے) دب کر مر گیا اور جو اللہ کی راہ میں (دشمنوں، باغیوں، ڈاکوؤں، راہزنوں سے لڑتے ہوئے) قتل ہو گیا۔“ (بخاری، الصحیح، ۳: ۱۰۴۱، الرقم: ۲۶۷۴)

☆ حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب نے پہاڑ کی چوٹی سے ایک قریشی کو آتے ہوئے دیکھا۔ صحابہ کرام نے کہا یہ شخص کتنا زیادہ مضبوط ہے کاش اس کی مضبوطی اللہ کی راہ میں ہوتی۔ (یہ سن کر) حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَوَ لیس فی سبیل للّٰه اِلا من قتل ثم قال: من خرج فی الاَرض یطلب حلالاً یکُفّ به اَهله فهو فی سبیل اللّٰه، ومن خرج یطلب التکاثر فهو فی سبیل الشیطان. (عبد الرزاق، المصنف، رقم: 9578)

”کیا صرف وہی شخص اللہ کی راہ میں ہوتا ہے جو قتل ہو جائے؟ پھر فرمایا: جو زمین میں اپنے اہل و عیال کے لیے رزق حلال کے لیے نکلتا ہے وہ بھی اللہ کی راہ میں ہوتا ہے (یعنی شہید ہوتا ہے)، جو زیادہ مال بنانے کے لیے نکلتا ہے وہ شیطان کی راہ میں ہے۔“

☆ عبد الملک بن ہارون بن عنترہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ماتعدون الشهید فیکم قلنا یارسول اللّٰه من قتل فی سبیل اللّٰه قال ان شهداء امتی اذا لقلیل من قتل فی سبیل اللّٰه فهو شهید والمتردی شهید والنفساء شهید والغرق شهید.

”تم اپنے اندر کس کو شہید شمار کرتے ہو؟ ہم نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جائے،

فرمایا: اس طرح تو میری امت کے بہت کم شہید ہونگے۔ جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جائے وہ بھی شہید ہے، جو (کہیں سے) گِر کر (یا اس کے اوپر کوئی چیز گِر کر) مر جائے وہ بھی شہید ہے، زچگی میں مر جانے والی عورت بھی شہید ہے اور ڈوب کر مر جانے والا بھی شہید ہے۔ حلوانی نے اس میں اضافہ کیا ہے کہ تپ دق کے مرض اور سفر میں مرنے والا بھی شہید ہے۔'' (ہیثمی، مجمع الزوائد، ۵:۳۰۱)

شہید کی تعریف

فقہاء کے ہاں شہید کی تعریف یہ ہے کہ:

''جسے حربی کافر، باغی اور راہزنوں نے قتل کیا، یا میدان جنگ میں پایا گیا اور اس پر زخم تھے، یا اس کی آنکھ، کان یا پیٹ سے خون بہہ رہا تھا، یا جسم پر جلنے کا نشان تھا یا دشمن کے جانور (سواری) نے اسے روندا، یا سوار تھا یا اپنی سواری کو ہانک رہا تھا یا جانور نے کاٹا یا جانور نے روند ڈالا یا مارنے (ڈانٹنے) سے جانور بدکا، بھاگا اور اسے مار ڈالا یا کسی کو نیزہ مار کر پانی یا آگ میں پھینک کر جلا ڈالا یا جانور کو آندھی ہماری طرف لے آئی، یا لکڑی جلا کر ہماری طرف پھینک دی اور آدمی جل گیا، یا کسی مسلمان نے ڈبو دیا، یا ظلم سے مسلمان نے قتل کر دیا اور اس قتل سے قاتل پر دیت واجب نہ ہوئی۔ یونہی جو شخص اپنی جان، مال بچاتے ہوئے قتل ہوگیا، یا مسلمان کی یا ذمیوں (دار الاسلام میں رہنے والے غیر مسلم) حفاظت کرتے ہوئے قتل ہوگیا، کسی بھی آلہ سے لوہا ہو یا پتھر یا لکڑی، وہ شہید ہے۔'' (فتاویٰ عالمگیری، ۱:۱۶۷)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو شخص حادثاتی موت مر گیا، موذی و مہلک بیماری سے مر گیا، دوسرے کی جان و مال وعزت یا اپنی جان و مال وعزت کو بچاتے قتل ہو یا جس طریقہ سے بھی بے گناہ قتل ہو شہید ہے۔

قاتل کا آپ کے ہاتھ سے زخمی ہونا ایسا معاملہ ہے جس میں انسان کسی کے حملے کا دفاع کرتا ہے اور دفاع کا حق دنیا کے ہر قانون میں تسلیم کیا جاتا ہے۔ قاتل کو شرعاً اور قانوناً سزا دینے کی مجاز عدالت ہے۔ اگر آپ قانون ہاتھ میں لیں گے تو قانون کی نظر میں آپ بھی مجرم قرار پائیں گے۔

سوال: ایک مکتبِ فقہ کی تقلید کیوں ضروری ہے؟ اہلِ سنت کے چار مکاتبِ فقہ میں سے کسی پر بھی عمل کرنا جائز ہے یا پھر کسی ایک فقہ پر عمل کیا جائے گا؟ اگر ایسا ہے تو ایک فقہ کی پابندی کیوں کی جائے؟

جواب: قرآن و سنت میں دوطرح کے احکام ہیں: بعض احکام محکم اور واضح ہیں جن میں اِجمال، اشتباہ، اِبہام یا تعارض نہیں۔ انھیں پڑھنے والا ہر شخص بغیر کسی اُلجھن کے اُن کا مطلب آسانی سے سمجھ لیتا ہے۔ جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کی فرضیت اور زنا، شراب نوشی، چوری، فساد فی الارض اور قتل وغیرہ کی حرمت ہے۔

اس کے برعکس قرآن و سنت کے بہت سے احکام ایسے بھی ہیں جن میں بادی النظر میں اِبہام پایا جاتا ہے۔ جیسے عبادات اور معاملات وغیرہ کے فروعی مسائل۔ قرآن وسنت سے ان احکام کے مستنبط اور اخذ کرنے کی دوصورتیں ہیں:

۱۔ ایک صورت تو یہ ہے کہ ہم اپنی فہم وبصیرت پر اعتماد کر کے اس قسم کے معاملات میں خود کوئی فیصلہ کر لیں اور اس پر عمل کریں۔

۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اس قسم کے معاملات میں از خود کوئی فیصلہ کرنے کے بجائے قرونِ اولیٰ کے جلیل القدر اسلاف کی فہم وبصیرت پر اعتماد کریں اور انہوں نے جو کچھ سمجھا ہے اس کے مطابق عمل کریں۔

چونکہ عام مسلمان قرآن و حدیث سے احکامِ شرع کے قواعد وضوابط کو سمجھ کر مسائل اخذ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے اس لئے جمہور اہلِ سنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ شرعی احکام و مسائل کے حل کے لیے امامِ اَعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ یا امام شافعی

رحمۃ اللہ علیہ یا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ میں سے کسی ایک کی تقلید واجب ہے۔ کیونکہ مذکورہ ائمہ اپنے تقویٰ، زہد و ورع، ثقاہت و دیانت، علم و فکر اور کردار کے حوالوں سے اعلیٰ ترین مقام و مرتبہ کی حامل قرونِ اولیٰ کی ہستیاں ہیں۔ انہوں نے امت کی سہولت کی خاطر نہایت جانفشانی اور دیانت و لیاقت سے مسائل کو قرآن و سنت کی روشنی میں مرتب کیا۔ شریعت اسلامی کے ایسے اصول و قواعد وضع کئے جس سے عام مسلمانوں کو دین فہمی اور شرعی احکام پر عمل پیرا ہونے میں سہولت ہوئی۔ صدیوں سے علماء کرام ان کے اقوال پر فتویٰ دیتے آئے ہیں۔ اللہ مجدہ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ.

''سو تم اہلِ ذکر سے پوچھ لیا کرو اگر تمہیں خود (کچھ) معلوم نہ ہو''۔ (النحل، ۱۶: ۴۳)

کسی امام یا مجتہد کی تقلید کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ اُسے بذاتِ خود واجب الاطاعت سمجھ کر اتباع کی جا رہی ہے یا اُسے شارع (شریعت بنانے والا، قانون ساز) کا درجہ دے کر اس کی ہر بات کو واجب الاتباع سمجھا جا رہا ہے، بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ پیروی تو قرآن و سنت کی مقصود ہے لیکن قرآن و سنت کی مراد کو سمجھنے کے لیے بحیثیت 'شارحِ قانون' اُن کی بیان کی ہوئی تشریح و تعبیر پر اعتماد کیا جا رہا ہے۔

آئمہ اربعہ میں سے کسی ایک امام کے طریقہ پر احکامِ شرعیہ بجا لانا تقلیدِ شخصی کہلاتا ہے۔ تقلیدِ شخصی کی شرعی حیثیت میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اَنَّ الْاُمَّةَ قَدِ اجْتَمَعَتْ عَلٰی اَنْ يَعْتَمِدُوْا عَلَی السَّلَفِ فِيْ مَعْرِفَةِ الشَّرِيْعَةِ، فَالتَّابِعُوْنَ اعْتَمَدُوْا فِيْ ذٰلِكَ عَلَی الصَّحَابَةِ، وَ تَبْعُ التَّابِعِيْنَ اعْتَمَدُوْا عَلَی التَّابِعِيْنَ، وَ هٰكَذَا فِيْ كُلِّ طَبَقَةٍ اِعْتَمَدَ الْعُلَمَاءُ عَلٰی مَنْ قَبْلِهِمْ.

''امت نے اجماع کر لیا ہے کہ شریعت کی معرفت میں سلف صالحین پر اعتماد کیا جائے۔ تابعین نے اس معاملہ میں صحابہ کرام پر اعتماد کیا اور تبع تابعین نے تابعین پر اعتماد کیا۔ اسی طرح ہر طبقہ میں علماء نے اپنے پہلے آنے والوں پر اعتماد کیا۔'' (شاہ ولی اللہ، عقد الجید، ۱: ۳۱)

اسی طرح تقلید شخصی کو لازم کرنے کی ایک واضح نظیر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد میں جمعِ قرآن کا واقعہ ہے۔ جب انہوں نے قرآنِ حکیم کا ایک رسم الخط متعین کر دیا تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے پہلے قرآنِ حکیم کو کسی بھی رسم الخط کے مطابق لکھا جا سکتا تھا کیونکہ مختلف نسخوں میں سورتوں کی ترتیب بھی مختلف تھی اور اس ترتیب کے مطابق قرآنِ حکیم لکھنا جائز تھا۔ لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے امت کی اجتماعی مصلحت کے پیشِ نظر اس اجازت کو ختم فرما کر قرآن کریم کے ایک رسم الخط اور ایک ترتیب کو متعین کر کے امت کو اس پر متفق و متحد کر دیا اور امت میں اسی کی اتباع پر اجماع ہو گیا۔
(بخاری، الصحیح، باب جمع القرآن، ۴: ۱۹۰۸، رقم: ۴۷۰۲)

مذاہبِ اربعہ میں سے کسی ایک مذہب کی تقلید کا فائدہ یہ ہے کہ عام مسلمان تفرقہ و انتشار سے بچ جاتا ہے۔ اگر تقلیدِ مطلق کی عام اجازت ہو اور ہر شخص کو یہ اختیار دے دیا جائے کہ وہ جس مسئلے میں جس فقیہ کی چاہے تقلید کر لے تو اس قسم کے اقوال کو جمع کر کے ایک ایسا مذہب تیار ہو سکتا ہے جس میں دین خواہشات کا کھلونا بن کر رہ جائے گا، جسے کسی بھی طور پر جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ فقہاء کے نزدیک اب تقلیدِ شخصی کی پابندی ضروری ہے اور کسی ایک مجتہد (کے مکتبِ فکر) کو معین کر کے ہر مسئلے میں اسی کی پیروی کی جائے تاکہ نفسِ انسانی کو حلال و حرام کے مسائل میں شرارت کا موقع نہ مل سکے۔

فقہ، اجتہاد اور تقلید کے موضوعات کی مزید تفہیم کے لیے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے خطابات
☆ فقہ اور فلسفہ اجتہاد و تقلید (امام اعظم کانفرنس)
☆ فقہ، اجتہاد اور تقلید (پانچ نشستیں) ملاحظہ فرمائیں۔

دعوت کی کامیابی کا راز

ڈاکٹر نعیم انور نعمانی☆

دعوت کا عمل اپنے آغاز و ارتقاء کے تناظر میں سنت الٰہیہ اور سنت انبیاء علیہم السلام رہا ہے۔ اللہ اور اس کے انبیاء و رسل کی دعوت ہمیشہ، دعوت الی الخیر رہی ہے۔ پھر اسی دعوت انبیاء و رسل کو ان کے حواریوں اور صحابہ کرام نے اپنے اپنے زمانوں میں فروغ دیا۔ بعد ازاں صحابہ کرامؓ کے بعد تابعین، اتباع تابعین، ائمہ و اسلاف نے اپنے آپ کو اس دعوت کے سلسلے سے وابستہ رکھا۔ عصر حاضر میں اسی دعوت کو علماء کرام، مشائخ عظام، اہل علم اور ہر صالح مسلمان و مومن اپنائے ہوئے ہے۔ سوال یہ ہے کہ ہماری دعوت عصر حاضر میں کیسے نتیجہ خیز ہوسکتی ہے؟ اس مضمون میں اسی بات کا جائزہ لیا جارہا ہے۔

دعوت جدّت کی حامل ہو

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ. (الانعام، ٦: ١٠٥)

’’اور ہم اسی طرح (اپنی) آیتوں کو بار بار (انداز بدل کر) بیان کرتے ہیں اور یہ اس لیے کہ وہ (کافر) بول اٹھیں کہ آپ نے (تو کہیں سے) پڑھ لیا ہے تاکہ ہم اس کو جاننے والے لوگوں کے لیے خوب واضح کردیں‘‘۔

اس آیت کریمہ نے ایک کامیاب داعی کا تصور واضح کیا گیا ہے کہ ایک کامیاب دعوت دینے والا وہ ہے جو ’’نصرف الآیات‘‘ پر عمل کرے یعنی جو اپنی بات سمجھانے کے لئے موقع و محل کی مناسبت سے دلائل بھی بدلے اور سامعین و مخاطبین اور حاضرین و ناظرین کو دیکھتے ہوئے اپنے اسلوبِ خطاب اور اندازِ بیان کو بھی بدلے۔ اس کا ’’نصرف الآیات‘‘ کا طریق خود اس کے بیان پر ایک حجت بن جائے۔ اس کی گواہی اس کے خطاب کے مندرجات بھی دیں اور اس کے مخاطبین بھی اس کی حکمتِ تدریس کا اعتراف کریں۔ اس کا بیان و خطاب جاننے والوں کے علم میں مزید اضافہ کرے اور علم کا نشان ٹھہرے۔ اس کا خطاب حقائق کا انکشاف کرے اور علم و ادراک کے نئے جہاں ظاہر کرے۔ اس داعی کو سننا سامعین کے وقت کا ضیاع نہ ہو بلکہ اس کے دلائل ان کے لئے ذہنی اور قلبی تسکین کا باعث ہوں۔ اس کا انداز بیان ان کے لئے قبولیت کا حامل ہو اور وہ اسلوبِ خطاب اپنے اندر جدّت اور ندرت لئے ہوئے ہو۔

ایسا صرف اسی صورت ہوسکتا ہے کہ کامیاب داعی کی دعوت نفرت سے پاک ہو۔ وہ تکفیریت، بدعت اور شرک کے فتویٰ سے پاک ہو۔ وہ دعوت فرقہ واریت سے پاک اور خروج الی الاسلام کے عمل سے منزہ ہو۔ وہ

☆ dr.noumani@hotmail.com

دعوت نفرت انسان سے الگ اور تنازعات و اختلافات سے دور ہو۔ اس دعوت میں اختلاف تو ہو جس اختلاف کو رسول اللہ ﷺ نے اختلاف امتی رحمۃ کے مصداق امت کے حق میں رحمت قرار دیا مگر اس دعوت میں خلاف نہ ہو۔ اس دعوت سے جہاں دلائل بدلیں وہاں اذہان و قلوب کے رخ بھی بدلیں۔ وہ دعوت جہاں نئے پیراہن سے مزین ہو وہاں انسانی سوچوں کو نئی جہت بھی دے۔ الغرض وہ دعوت، علم وحکمت، بصیرت اور فراست ومعرفت کے علمی ابحار کو اپنے اندر جذب کئے ہوئے ہو۔

عصری دعوت کا المیہ

افسوس! عصر حاضر کی دعوت اس اسلوب سے ہٹ گئی ہے۔ ہماری عصری دعوت الا ماشاء اللہ دعوتِ رسول ﷺ سے منحرف ہوگئی ہے۔ ہماری عصری دعوت، دعوتِ صحابہ، دعوتِ اہل بیت اور تابعین، تبع تابعین اور اتباع ائمہ و اسلاف کے طریق، منہج اور اسلوب سے جدا ہوگئی ہے۔ جس کی وجہ سے ہم نے اپنے ہی جسدِ واحدہ کو خود ہی تقسیم کرنا اور پارہ پارہ کرنا شروع کردیا ہے۔ وہ ملتِ واحدہ جس کو رب نے قرآن میں یہ نام اور پہچان دی کہ

هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ. (الحج:٧٨)

’’اس (اللہ) نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے، اس سے پہلے (کی کتابوں میں) بھی‘‘۔

جسدِ واحدہ کے طور پر ایک دوسرے سے اپنا رشتہ وتعلق توڑنے کے بعد ہم ذیلی سطح پر تقسیم در تقسیم کے عمل میں پھنستے چلے گئے۔ آج ہم نے اپنے قومی وجود کو ٹکڑوں میں تقسیم کردیا ہے اور انتہائے ظلم یہ ہے کہ ہمیں اپنے اس لٹنے پر افسوس بھی نہیں ہے۔ آج ہماری مذہبی اور سیاسی وحدت ایک سوالیہ نشان بنے ہوئے ہے۔

دعوت کے بجائے مجادلہ۔۔۔

ہمارے ہاں آج بہت سے مسائل دعوت کے بجائے محض مجادلہ کی بناء پر ہیں۔ ہم نے قرآنی دعوت کے بجائے نفسانی دعوت کے اسلوب کو اپنا لیا ہے۔ ہر شخص اپنے نقطہ نظر کو 100% درست سمجھتا ہے اور دوسرے کو 100% غلط سمجھتا ہے۔ اس طریق مجادلہ میں صرف نفرت، فرقہ واریت، تعصب، عناد، عداوت، مخالفت، دشمنی، عدم برداشت، عدم رواداری، عدم تحمل، تکفیر سازی، قتل و غارت گری، دہشت گردی، معاشرے کی بربادی و خرابی اور انسانوں کی ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔ یہ اندازِ دعوت متعصب پسندوں اور مذہبی انتہا پسندوں میں بالخصوص اور معاشرے کے ہر طبقہ میں بالعموم پایا جاتا ہے۔

قرآنی دعوت کے امین۔ اولیاء اللہ

عصر حاضر میں اگر ہم اسلامی تعلیمات کی روشنی میں دعوت کے حقیقی اسلوب کو ایک زندہ حقیقت کے طور پر دیکھنا اور اس کی معرفت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو یہ اسلوب ہمیں اولیاء اللہ کے ہاں میسر آتا ہے۔ اگر اس مملکت خداداد پاکستان میں اولیاء اللہ کے طرزِ دعوت کو اپنایا جاتا ہے تو آج یہ دھرتی امن ومحبت کی دھرتی ہوتی۔۔۔ یہ خطہ اخوت کا خطہ ہوتا۔۔۔ یہ ارضِ وطن چاہتوں کی زمین ہوتی۔۔۔ یہ معاشرہ ایک مثالی معاشرہ ہوتا۔۔۔ یہاں کے لوگ ساری دنیا کے لئے ایک مثال ہوتے۔۔۔ اور اس دھرتی سے دنیا کو امن، سلامتی، محبت، انسانی اخوت و بھائی چارہ، انسانی تکریم کا درس پوری دنیا میں فروغ پاتا۔

قرآنی دعوت وجودِ اولیاء میں اسوۂ رسول ﷺ کی کامل پیروی کی وجہ سے حقیقت کا روپ دھارتی ہے۔ بلاشبہ اولیاء اللہ کی دعوت تاریخ اسلام میں ثمر آور اس لئے ہوتی ہے کہ وہ دعوت اسوۂ رسول ﷺ میں ڈھلی ہوتی ہے۔ اس دعوت میں رسول اللہ ﷺ کی دعوت کے آثار نظر آتے ہیں۔ اس دعوت کا خمیر دعوت رسول ﷺ سے پھوٹتا ہے۔ اس دعوت کی روح، دعوتِ رسول ﷺ کی

حکمت ہے۔ اس دعوت کی کامیابی کا راز دعوت رسول ﷺ میں مکمل طور پر ڈھل جانا ہے۔ الغرض اولیاء اللہ کی دعوت میں جتنی بھی خوبیاں ہیں وہ دعوتِ رسول ﷺ سے مستنبط ہیں۔

اولیاء اللہ نے رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ میں ڈھل کر اور آپ ﷺ کے اخلاق کا عملی نمونہ بن کر اپنی دعوت دی ہے۔ اولیاء اللہ نے صحابہ کرامؓ اور اہل بیت اطہارؓ کی دعوت سے مستفیض و مستنیر ہوتے ہوئے دعوت دی ہے۔ ان کی دعوت پر رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرامؓ اور اہلبیتؓ کی متابعت کا رنگ غالب نظر آتا ہے۔

آیئے! اب ہم یہ دیکھتے ہیں اولیاء اللہ کی دعوت نے کس کس انداز میں خود کو دعوت رسول ﷺ، دعوتِ صحابہ اور دعوتِ اہلبیت کے تابع کیا ہے۔

۱۔ دعوت بوجھ نہ بنے!

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہر جمعرات کو وعظ کیا کرتے۔ ایک شخص نے ان سے کہا اے ابوعبدالرحمٰن میری خواہش ہے کہ آپ روزانہ وعظ کیا کریں۔ آپؓ نے فرمایا:

قال اما انه یمنعنی من ذالک انی اکره ان املکم وانی اتخولکم بالموعظة کما کان النبی ﷺ یتخولنا بها مخافة السامة علینا. (صحیح البخاری، باب من جعل لاهل العلم ایاما معلومة، ۱:۳۹، الرقم:۷۰)

’’میں ایسا اس وجہ سے نہیں کرتا کہ کہیں تم پر بوجھ نہ بن جاؤں۔ میں بھی اسی طرح ناغہ کرکے تمہیں وعظ کرتا ہوں جس طرح رسول اللہ ﷺ ہم کو وقفہ کر کے وعظ کیا کرتے تھے تاکہ ہم بیزار نہ ہوجائیں‘‘۔

اولیاء اللہ کی مجالس اور محافل کا تذکرہ جب ہم ان کی کتب میں پڑھتے ہیں تو وہ اسی بات کا خصوصی التزام کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ وہ اپنے ہم جلیسوں اور ہم نشینوں کو اپنی صحبت و قربت کے ذریعے معرفت الٰہیہ اور معرفت رسول ﷺ کے بیانوں کے سبب متجسس بنائے رکھتے۔۔۔ وہ لمحۂ حال سے لمحۂ مستقبل میں دخول کے لئے بے تاب رہتے۔۔۔ وہ ان میں شوق و رغبت کو پیدا کرتے۔۔۔ ان کے قلب و ذہن کو نہ صرف بوجھ سے بچاتے بلکہ ان کے ذہنوں اور دلوں کے بوجھ کو ہلکا کرتے۔۔۔ نہ سننے والے بھی ان کے بیان کو سننے کے لئے آمادہ ہوجاتے اور نہ بیٹھنے والے بھی ان کی نشستوں اور مجلسوں میں بیٹھ جاتے۔۔۔ ان کی مجالس حقائق کشا اور ان کے نصائح زندگی کا اثاثہ ہوتے۔۔۔ وہ رفتہ رفتہ اپنی مجلسوں میں آنے والوں کو مختلف منازل کی طرف متوجہ کرتے اور متفرق مدارج کی طرف، اصول تدریج کے تحت آگے بڑھاتے۔

۲۔ اصول تدریج

اولیاء کرام نے ہمیشہ اسلام کے اصولِ تدریج کو ذہن میں رکھتے ہوئے دعوت دی اور انسانی فطرت کو کسی بھی مرحلہ پر کبھی بھی فراموش نہ کیا۔ دعوت کے تدریجی اصول کا ثبوت آیاتِ احکام کے نزول سے بھی ہمیں ملتا ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:

قرآن میں جو چیز سب سے پہلے نازل کی گئی وہ مفصل سورتیں ہیں جن میں جنت اور دوزخ کا ذکر ہے۔ جب لوگ اچھی طرح اسلام میں داخل ہوگئے تب حلال اور حرام کے احکام نازل ہوئے۔

ولو نزل اول شئی لا تشربوا الخمر لقالوا لا ندع الخمر ابدا ولو نزل لا تزنوا لقالوا لاندع الزنا ابدا. (صحیح بخاری، باب تالیف القرآن، الرقم:۴۷۰۷)

’’اگر بالکل شروع ہی میں حکم آجاتا کہ شراب نہ پیو تو لوگ کہتے کہ ہم ہرگز نہ چھوڑیں گے اور اگر یہ حکم دیا جاتا کہ زنا نہ کرو تو لوگ کہتے ہم ہرگز زنا نہ چھوڑیں گے‘‘۔

رسول اللہ ﷺ کے حضرت معاذ بن جبلؓ کو

سکھائے گئے دعوت کے تدریجی اصول کو اولیاء کرام ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت معاذ بن جبلؓ کو دعوت اسلام کے لئے یمن بھیجا تو ارشاد فرمایا:

انک ستأتی قوما من اهل کتاب فاذا جئتهم فادعهم الی ان یشهدوا ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله ﷺ فان هم اطاعوا لک بذلک فاخبرهم ان الله قد فرض علیهم خمس صلوات فی کل یوم و لیلة فان هم اطاعوا لک بذلک فاخبرهم ان الله قد فرض علیهم صدقة توخذ من اغنیائهم فترد علی فقرائهم فانهم اطاعوا بذالک فایاک وکرائم اموالهم واتق دعوة المظلوم فانه لیس بینه وبین الله حجاب.

’’تم عنقریب اہل کتاب کی ایک قوم کے پاس پہنچو گے جب تو ان کے پاس پہنچو تو سب سے پہلے انہیں یہ دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ جب وہ اس میں تیری اطاعت کرلیں تو ان کو بتاؤ کہ اللہ نے ان پر دن رات کی پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور جب وہ یہ بات بھی مان لیں تو ان کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر صدقہ و زکوٰۃ فرض کیا ہے اور یہ صدقہ و زکوٰۃ ان کے دولت مندوں سے لے کر ان کے غریبوں کو دیا جائے گا اور جب وہ اس بات کو بھی تسلیم کرلیں تو دیکھو صدقے میں چن چن کر ان کا عمدہ مال نہ لے لینا اور ہاں مظلوم کی بددعا سے ڈرتے رہنا کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ وحجاب نہیں ہوتا‘‘۔

(صحیح بخاری، باب اخذ الصدقة من الاغنياء۔۔ الرقم: ۱۴۲۵)

اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ حضرت معاذ بن جبل کو دعوت دین کا طریق سکھا رہے ہیں کہ دعوت دین کا منہج و اسلوب اور اسے بپا کرنے کا عملی طریق کیا ہو؟ یہ بات ذہن نشین رہے دعوت اپنی ضرورت خود پیدا کرتی ہے۔ داعی کا کام اس ضرورت کو سمجھ کر دعوت دینا ہے۔ جہاں دعوت مخاطب کی ضرورت سے مطابقت پیدا کرلیتی ہے وہاں دعوت مؤثر ہوجاتی ہے۔ دعوت اپنے عصری اسلوب میں تدریج کا تقاضا کرتی ہے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ کو تدریجاً اپنی دعوت کو آگے بڑھانے کا حکم دیا۔

۳۔ بنیادی ضروریات کی تکمیل کا اہتمام

توحید و رسالت اور فرض نمازوں کے احکامات کے متعلق تلقین کرنے کے فوراً بعد آپ ﷺ نے حضرت معاذؓ کو لوگوں کی ضروریاتِ زندگی کی طرف متوجہ ہونے کی تلقین کی کہ توحید و رسالت کی قبولیت کے بعدان کو دعوتِ زکوٰۃ وصدقہ دو۔ اس لئے کہ اللہ یہ چاہتا ہے کہ تم میں سے کوئی بھی اپنی زندگی کی ضرورتوں سے محروم نہ رہے۔ ہر شخص کی زندگی کی بنیادی ضروریات کی تکمیل ہو۔ معاشرے کے صاحب ثروت اور صاحب حیثیت لوگوں سے مال لے کر ان ہی کے ساتھ بسنے والے ضرورت مندوں تک پہنچادو تاکہ وہ بنیادی ضرورتوں سے محروم نہ ہوں۔ اس لئے کہ فقرو محتاجی کی بناء پر ہی کفرو نافرمانی، بغاوت و سرکشی، معصیت و گناہ، ظلم و ناانصافی اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے انحراف کی صورت سامنے آتی ہے۔ لہذا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت، ریاست کے قانون و ضابطے کی پیروی اور ہر معاملہ میں دیانتداری انسان کے اندر تب جنم لیتی ہے جب ان کی ساری بنیادی ضروریات کی تکمیل کردی جائے۔ اولیاء کرام لوگوں کی بنیادی ضروریات کی تکمیل کے لئے بھی سرگرداں رہتے اور اپنے اس عمل کے ذریعے بھی فروغِ دین کا باعث بنتے۔

بنیادی ضرورتوں کی تکمیل کی طرف متوجہ کرنے کے بعد آپ ﷺ نے حضرت معاذؓ کوتلقین کی کہ اس حوالے اس بات کا بھی خاص خیال ولحاظ رکھنا کہ ان کی اطاعت سے

ناجائز فائدہ نہ اٹھانا اور نہ ہی ان کی انسانی نفسیات کو نظر انداز کرنا۔ زکوٰۃ وصدقہ لیتے وقت ان کے اعلیٰ مال کو بطور زکوٰۃ نہ لینا بلکہ ان کے پورے مال کو آپس میں ملاتے ہوئے بغیر کسی تخصیص کے Mix مال میں سے زکوٰۃ وصدقہ لینا۔

۴۔ ظلم سے اجتناب

حضور نبی اکرم ﷺ نے اس اخذ زکوٰۃ اور تقسیم زکوٰۃ میں حضرت معاذؓ کو ہدایات فرمائیں کہ دین اسلام کے فروغ کے لئے اس بات کو بہر صورت لازم بنانا کہ تمہارا کوئی بھی عمل ظلم پر مبنی نہ ہو۔ یہ نہ ہو کہ جو شخص مستحق نہ ہو تم اس کو مستحق بنادو اور جو شخص حقدار نہ ہو تم اس کو حقدار بنادو۔ اس سے جہاں وہ ظالم بنے گا وہاں تم بھی ظالم بن جاؤ گے اور جس حقدار کو تم نے محروم کیا ہے وہ مظلوم ہوگا۔ اس مظلوم کے حوالے سے ہمیشہ اللہ سے ڈرتے رہنا۔ یہ مظلوم تو تم سے ظلم کا بدلہ نہ لے سکے گا مگر اس مظلوم کی آہ رب کے عرش کو ہلادے گی۔ کیونکہ

اتق دعوة المظلوم فانه ليس بينه وبين الله حجاب.

مظلوم کی پکار سے ڈرو اس لئے کہ اس کی فریاد کے رب تک پہنچنے میں کوئی چیز حائل نہیں ہے۔ تمہارے ظلم کا حساب رب لے گا اور رب کی پکڑ، عتاب، عذاب اور گرفت تم پر تمہارے گناہ وظلم کی بنا پر آئے گی۔ اس لئے تقسیم زکوٰۃ کا عمل ہو یا کوئی اور معاملہ اپنے عمل ظلم سے پاک رکھنا اور کسی کو اپنے عمل کے باعث مظلوم نہ بنانا۔

اولیاء کرام نے بھی اپنی زندگی کے کسی بھی مرحلہ پر ظلم کو اپنا شعار نہ بنایا اور یہی چیز ان کی دعوت کی کامیابی کا راز تھی۔ ہمیں بھی چاہئے کہ ہم اپنی زندگی میں کسی بھی عمل میں ظالم نہ بنیں۔ ظلم کسی کا حق مارنا ہے، کسی کا استحقاق چھیننا ہے، کسی کو اس کی جائز ضرورت سے محروم کرنا ہے۔ اس لئے ظلم کی ہر صورت کو اپنے وجود سے نکالنا ہوگا۔ ظلم کی ہر شکل کو اپنے معاشرے سے مٹاتے ہوئے زندگی کو عدل وانصاف پر استوار کرنا ہی اسلام کا حکم ہے۔ فرمایا:

اِعۡدِلُوۡا هُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی. (المائدة: ۸)

’’عدل کیا کرو (کہ) وہ پرہیزگاری سے نزدیک تر ہے‘‘۔

دعوت کے ان تدریجی اصولوں کو اولیاء اللہ نے ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھا۔ انہوں نے لوگوں کے مزاجوں کو سمجھا۔۔۔ ان کی نفسیات کو اچھی طرح جانا۔۔۔ ان کی ضروریات کو دیکھا۔۔۔ ان کے جذبات کا خیال کیا۔۔۔ ان کے احساسات کو معلوم کیا اور ان کے احوال وظروف کا مشاہدہ کیا۔ پھر رفتہ رفتہ ان کو اپنے رنگ میں رنگتے گئے اور ان پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا رنگ چڑھاتے گئے انہیں معرفت الٰہیہ اور قربت رسول ﷺ کے جام پلاتے گئے۔۔۔ اپنے پاس آنے والے ہر وجود کو محبت دیتے گئے۔۔۔ اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ان کے دلوں میں انڈیلتے چلے گئے۔

اولیاء اللہ نے گنہگاروں سے نفرت نہ کی بلکہ گناہ سے نفرت کی۔۔۔ زانی سے نفرت نہ کی بلکہ زنا کو حرام جانا۔۔۔ شرابی سے نفرت نہ کی بلکہ شراب کو ممنوع جانا۔۔۔ چور سے نفرت نہ کی بلکہ چوری کو خلاف شریعت جانا۔۔۔ گناہوں کے ان دلدادوں کو اپنی مجلس سے دور نہ کیا بلکہ ان کو اپنے قریب کرکے رب کے قریب کردیا اور پھر رفتہ رفتہ رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا متبع کردیا۔

دعوت اسلام کا خمیر انسانیت سے محبت ہے

برصغیر پاک وہند کی زمین کا چپہ چپہ اس بات پر گواہ ہے کہ اس مٹی میں محبت کی تاثیر اولیاء کی دعوت کی وجہ سے ہے۔ اس دھرتی پر ایمان کی بہار، اولیاء اللہ کی دعوت کی وجہ سے آئی ہے۔ جب اولیاء اللہ کا وجود محبت اس دھرتی پر بسنے والوں کو نصیب ہوا تو طبیعتوں میں موافقت ہوئی، مزاجوں میں مطابقت پیدا ہوئی اور شخصیتوں میں انسیت پیدا ہوئی۔ اولیاء اللہ کے سراپا محبت سے ملنا گویا جسم میں موجود خمیر محبت اور روح محبت سے ملنا ٹھہرا۔

محبت پرور روح، محبت آشنا وجود سے مل گئی اور یہی ملنا ہی قبولیت اسلام ٹھہرا۔

آج ہمیں اپنی دعوت کو اولیاء اللہ کی دعوت سے آشنا کرنا ہے۔ آج ہمیں اپنی دعوت میں نرمی و رفق کو اختیار کرنا ہے۔ اپنی دعوت سے نفرت، منافرت، فرقہ واریت، تکفیر بازی اور مشرکانہ فتووں کو ختم کرنا ہے۔ دوسروں کو گمراہ اور صرف اور صرف خود کو ہی ہدایت یافتہ کہنے سے اعراض کرنا ہے۔ اپنی دعوت میں دوسروں کو بدعتی اور خود کو ہی سنی اور مکمل اسلامی کہلانے سے صرف نظر کرنا ہے۔ آج ہمیں اپنی دعوت کو جبر سے پاک کرنا ہے۔ آج ہمیں دعوت میں اکراہ کی ہر صورت کا خاتمہ کرنا ہے۔ آج ہمیں اپنی دعوت کو یسر کے قالب میں ڈھالنا ہے اور اسے عُسر کی گھاٹیوں سے بچانا ہے۔ آج ہمیں **الخلق کلھم عیال اللہ.** ''ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے'' کے تحت اپنی دعوت کو، ہر فرد تک لے جانا ہے۔ اسلام ساری دنیا میں دعوتِ محبت کے ذریعے پھیلا ہے۔ اگر آج ہماری دعوت قرآنی اور نبوی دعوت کے اسلوب میں ڈھل جائے اور دعوتِ صحابہ و اہلبیت، دعوتِ تابعین و تبع تابعین اور دعوت ائمہ و اسلاف کے موافق اور دعوت اولیاء کے مطابق ہوجائے تو یہ دعوت آج بھی موثر اور نتیجہ خیز ہوسکتی ہے۔ آج بھی یہ دعوت اذہان وقلوب کو بدل سکتی ہے اور انسان سازی اور شخصیت سازی کا پھل دے سکتی ہے۔

اظہار تعزیت: گذشتہ ماہ محترم ڈاکٹر شبیر احمد جامی (HOD اسلامک ڈیپارٹمنٹ کالج آف شریعہ منہاج یونیورسٹی) کی والدہ، محترم محمد سلیم اعوان (بڑی درویزہ سہاوہ) کے ماموں محترم محمد گلستان اعوان، محترم شاہد محمود رضا قادری (ناظم دعوت سمبڑیال) کے تایا جان مولانا فضل کریم، محترم علامہ محمد سعید رضوی (ناظم علماء کونسل سمبڑیال) کے چچا جان، محترم محمد جمیل جمالی (سابقہ صدر سمبڑیال) کی والدہ، محترم نصیر اے ہمایوں ایڈووکیٹ (صدر پاکستان عوامی تحریک سمبڑیال) کے ماموں سسر، محترم محمد ناصر (جنرل سیکرٹری یوتھ لیگ سمبڑیال) کی دادی، محترم صوفی عبدالقیوم قادری (ناظم تحریک سمبڑیال) کی دادی اور خالہ، محترم محمد شہباز مغل (سمبڑیال) کے بڑے بھائی، محترم صوفی محمد بوٹا (سمبڑیال)، محترم اعجاز احمد قادری (سمبڑیال) کے بہنوئی، محترم یاسین گجر (سمبڑیال) کی والدہ، محترم علامہ عزیز الحسن اعوان (فیصل آباد) کے بھائی، محترم میاں کاشف محمود (فیصل آباد) کا بھتیجا، محترم شاہد فاروق (ضلعی ناظم ٹوبہ) کے بہنوئی، محترم حاجی ذوالفقار بٹ (پی پی 60) کے بہنوئی، محترم حاجی غلام قادر (دیپالپور) کی والدہ، محترم محمد علی طاہر (چنیوٹ) کے نانا جان، محترم چوہدری مظہر دیونہ کے بہنوئی، محترم ڈاکٹر محمد اکرم (نارووال)، محترم پیر محمد احمد چشتی (صدر PAT پاکپتن) کی والدہ، محترم رانا محمد طفیل جوئیہ کی پھوپھی، محترم حاجی ظہور حسین، محترم حاجی غلام یسین (پی پی 226)، محترم پیر سید محبوب (سرائے عالمگیر) کی والدہ، محترم میاں قمر محمود (صدر کھاریاں) کی خالہ، محترم صوفی محمد لطیف (کوٹلہ) کے بھائی، محترم وحید اختر (پی پی 92) کی والدہ، محترم حاجی احسان الحق (حافظ آباد) کے والد، محترم علامہ محمد مشتاق (موچی والا۔ جھنگ) کے والد، محترم آصف علی (ناظم تحریک لدھیکے نارنگ منڈی) کے والد محترم عارف علی، محترم حاجی محمد افضل (سرپرست TMQ عارف والا) کے بہنوئی محبوب غزنوی، محترم میاں غلام مصطفیٰ (فیصل آباد) کے بڑے بھائی، محترم میاں امجد علی (حاجی پورہ۔ سیالکوٹ)، محترم حاجی محمد اقبال مغل (رنگ پورہ۔ سیالکوٹ)، محترم قاری عبدالوحید قادری (اسلامک سنٹر۔ وہاڑی) کی والدہ، محترم رانا محمد عمران ایوب (نائب صدر PP-169 فاروق آباد۔ شیخوپورہ) کی والدہ، محترم قمر عباس (کوٹ مومن) کے چچا، محترم نجف عباس (آہلی روانہ۔ کوٹ مومن) کا بیٹا، محترم لیاقت علی مارتھ (کوٹ مومن) کی پھوپھی، محترم مناظر علی (آہلی روانہ۔ کوٹ مومن) کی خالہ، محترم مسعود احمد بھٹی (بجن۔ کوٹ مومن) کی نانی، محترم مختار احمد بھٹی (میلہ۔ کوٹ مومن) کے ماموں، محترم محمد نواز نمبردار (بجن۔ کوٹ مومن)، محترم محمد لقمان (کوٹ مومن) کی والدہ اور محترم حاجی محمد اشرف (بجن۔ کوٹ مومن) کے والد قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

زندگی کے طوفانوں کا مقابلہ کیسے کیا جائے؟

حصہ اول

شفاقت علی شیخ☆

کسی دانشور کا قول ہے کہ ''اکثر لوگ زندگی کی کتاب پڑھنا شروع کر دیتے ہیں، بغیر اس کے کہ اُنہوں نے زندگی کی زبان سیکھی ہو''۔

یہاں زندگی کی زبان سے مراد زندگی گزارنے کا فن ،زندگی کے گہرے رازوں سے آشنائی، قوانینِ فطرت (Laws of Nature) کو جاننا اور استعمال میں لانا ہے۔

اللہ رب العزت نے اس کائنات کا نظام بنایا ہی ایسا ہے کہ یہاں زندگی کا سفر کبھی ہموار راستوں پر طے نہیں ہوتا بلکہ اُس میں کئی نشیب و فراز، ٹیڑھے میڑھے راستے اور دشوار گزار گھاٹیاں آتی ہیں۔ کبھی بلندیوں پر چڑھنا ہوتا ہے اور کبھی ڈھلوانوں کی طرف اُترنا ہوتا ہے۔ الغرض زندگی کے سفر میں کئی قسم کی رکاوٹیں اور دشواریاں ہوتی ہیں جن سے کامیابی سے گزر کر ہی منزل پر پہنچنا نصیب ہوتا ہے۔ اب جو شخص زندگی کے قوانین سے واقف ہوگا، وہ ہر موقع پر اپنے آپ کو تھام لے گا اور بہترین طرزِ عمل اختیار کرتے ہوئے مشکل مرحلے سے گزر جائے گا۔ لیکن جو شخص زندگی کے ضابطوں کو جانتا ہی نہیں ہوگا اُس کے لیے مشکل حالات میں اپنے آپ کو تھامنا اور درست طرزِ عمل اختیار کرنا مشکل ہوگا۔ نتیجتاً غلط روش اختیار کرتے ہوئے اپنے آپ کو ناکامی سے ہمکنار کر لے گا اور پھر کبھی پست ہمتی کا شکار ہو کر، کبھی مایوسی و بے یقینی میں مبتلا ہو کر اور کبھی حالات یا اپنے اردگرد کے لوگوں کو الزام دیتے ہوئے اپنی محرومیوں میں مزید اضافہ کرتا چلا جائے گا۔ بنظرِ غائر دیکھا جائے تو لوگوں کی بہت بڑی اکثریت جو ناکام زندگی گزار رہی ہے اُس کی بڑی وجہ ہی یہ ہے کہ وہ زندگی کے قوانین کو جانے بغیر زندگی گزار رہے ہیں۔

زندگی کے یہ قوانین کیا ہیں اور کہاں سے ملتے ہیں؟ ان کا سب سے بڑا منبع و سرچشمہ تو قرآن مجید ہے جو حکمت و دانائی کے گہرے رازوں کا خزانہ ہے اور جس کا علم یقینی، قطعی اور حتمی ہے۔ قرآن مجید کے بعد احادیث مبارکہ ہیں جہاں چھوٹے چھوٹے جملوں میں زندگی کی بڑی بڑی حقیقتوں کو اس طرح سمو دیا گیا ہے کہ عقلِ انسانی دنگ رہ جاتی ہے۔ علاوہ ازیں سائنسی علوم اور بالخصوص سائنس کی ایک اہم شاخ علمِ نفسیات نے بھی اس حوالے سے کافی سوچ بچار کی ہے۔ جس کے نتیجہ میں زندگی کے کئی اہم حقائق کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ زندگی کی کامیابی و کامرانی کا دارومدار اس بات پر ہے کہ زندگی کے ضابطوں کو سمجھا جائے، اُنہیں ذہن نشین کیا جائے اور موقع بہ موقع انہیں استعمال میں لایا جائے۔ زندگی کے

☆ Ph.D سکالر، (shafaqatalisheikh@yahoo.com)

قوانین بے شمار ہیں جن کا مکمل احاطہ ناممکن ہے۔ تاہم زندگی کے مسائل کا سامنا کرنے کے حوالے سے ذیل میں دس اہم باتوں کو زیرِ بحث لایا جارہا ہے۔ اگر ان کو لوحِ ذہن پر نقش کرلیا جائے اور روزمرہ کی زندگی میں ملحوظِ خاطر رکھا جائے تو زندگی میں آنے والے مصائب اور مشکلات کے طوفانوں کا مقابلہ بڑی آسانی سے کیا جاسکتا ہے۔ جس کے نتیجے میں زندگی کا سفر آسان ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت خوشگوار بھی ہوسکتا ہے۔

1-مسائل زندگی کا لازمی حصہ ہیں!

اللہ تعالیٰ نے کائنات میں ہر چیز کا جوڑا بنایا ہے۔ ارشاد فرمایا:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کُلَّهَا . (یٰس: ۳۶)

’’پاک ہے وہ ذات جس نے سب چیزوں کے جوڑے پیدا کیے‘‘۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

وَ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ .(الذاریات: ۴۹)

’’اور ہم نے ہر چیز سے دو جوڑے پیدا فرمائے‘‘۔

چنانچہ رات اور دن، گرمی و سردی، خزاں وبہار وغیرہ اسی اُصول کی مثالیں ہیں۔ عربی زبان کا ایک مقولہ ہے:

اَلْاَ شْیَآءُ تُعْرَفُ بِاَ ضْدَ ادِهَا.

’’چیزیں اپنی ضدوں سے پہچانی جاتی ہیں‘‘

رات کے مقابلے میں دن نہ ہوتا تو پھر رات کو رات کس نے کہنا تھا۔ اسی طرح گرمی کا تصور اُسی وقت سمجھ میں آتا ہے جب اُس کے مقابلے میں سردی کا تصور موجود ہو۔ غور سے دیکھا جائے تو زندگی کا سارا حسن ہی ان اضداد میں ہے۔ ہر چیز اپنے جوڑے سے مل کر ہی مکمل ہوتی ہے۔ ان جوڑوں کے ملنے سے ہی زندگی کی تصویر مکمل ہوتی ہے۔ راحت اور کلفت، دُکھ اور سکھ، خوشی اور غمی، امارت اور غربت سب جوڑا جوڑا ہیں۔

اگلی بات سمجھنے والی یہ ہے کہ جس جگہ صرف سکون اور راحت ہے، اُس کا نام جنت ہے اور جس جگہ صرف دکھ اور کلفت ہے ،اُس کا نام جہنم ہے اور یہ دونوں مرنے کے بعد ہیں۔ جہاں تک موجودہ دنیا کا تعلق ہے، یہاں یہ دونوں چیزیں ساتھ ساتھ چلتی ہیں۔ یہاں نہ کسی کے لیے دکھ سے خالی زندگی ممکن ہے اور نہ ہی کوئی ایسا ہے جس کی زندگی میں صرف دکھ ہوں اور سکھ کوئی بھی نہ ہو۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک اور آج سے لے کر قیامت تک کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ہے جس کی زندگی مسائل سے مکمل طور پر خالی ہو۔ چاہے وہ نبی ہو یا اُمتی، بادشاہ ہو یا فقیر، امیر ہو یا غریب، اعلیٰ ہو یا ادنیٰ۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ہر کسی کے مسائل اُس کے حسبِ حال ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہر کسی کی نعمتیں بھی اُس کے حسبِ حال ہوتی ہیں۔ یوں سمجھ لیں کہ زندگی ایک کلو مٹھائی کا ڈبہ ہے۔ جو وزن کے لحاظ سے تو ہر شخص کو ایک جیسا ملا ہے مگر فرق صرف اتنا ہے کہ اس ایک کلو وزن میں کسی کو کوئی ایک چیز زیادہ مل گئی تو کسی دوسرے کو دوسری چیز زیادہ مل گئی۔ کسی میں برفی زیادہ ہے تو گلاب جامن کم اور کسی میں گلاب جامن زیادہ ہیں تو رس گلے کم۔ سمجھانا مقصود یہ ہے کہ اہم بات یہ نہیں کہ ہمیں کیا زیادہ ملا اور کیا کم اور کیا بالکل نہیں ملا۔ اہم بات یہ ہے کہ جو کچھ ہمیں ملا ہے وہ دینے والے نے عین حکمت کے تحت دیا ہے، اب ہم اُسے استعمال کس طرح کررہے ہیں،اسی پر ہماری کامیابی اور ناکامی کا دارومدار ہے۔ نیز دیکھنے والی بات یہ ہے کہ ہم ملے ہوئے پر کس حد تک مطمئن ہیں۔ بقول حضرت واصف علی واصفؒ

’’خوش نصیب وہ ہے جو اپنے نصیب پر راضی رہے‘‘

خالقِ کائنات نے قرآنِ مجید میں جابجا اس حقیقت کا اعلان کیا ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے ہر شخص کو کبھی نہ کبھی مسائل اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا اور یہ

سب کچھ عین حکمت اور مصلحت کے تحت ہوگا۔ ارشاد فرمایا:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ.

’’اور ہم ضرور بالضرور تمہیں آزمائیں گے کچھ خوف اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے‘‘۔ (البقرہ:۱۵۵)

ہمیں زندگی کے ہر دور میں کچھ نہ کچھ مسائل کا ضرور سامنا رہا ہے۔ مختلف اوقات میں نوعیت بدلتی رہی مگر زندگی کبھی بھی مسائل سے مکمل طور پر خالی نہ ہوسکی اور نہ ہی آئندہ ہوسکتی ہے۔ یہ زندگی کی ایسی ٹھوس حقیقت ہے جسے تسلیم کیے بغیر چارہ ہی نہیں ہے۔ جس طرح سورج کے ساتھ حرارت کا ہونا لازمی ہے اسی طرح زندگی کے ساتھ مسائل کا ہونا لازمی ہے۔ صرف موت ہی آکر اُنہیں ختم کرسکتی ہے۔

ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم مسائل سے خالی زندگی (problem free Life) کی آرزو اپنے سینے میں لیے ہوئے ہوتے ہیں، پھر جب کوئی مسئلہ ہمارے سامنے آتا ہے تو وہ ہمارے لیے غیر متوقع (unexpected) ہوتا ہے اور وہ ہمارے اندرونی سکون کو درہم برہم کر دیتا ہے۔ اگر ایک مرتبہ ہم یہ حقیقت اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ دنیا میں رہتے ہوئے مسائل سے مکمل طور پر خالی زندگی کسی کے لیے ممکن ہی نہیں ہے تو اس سے ہمیں یہ فوائد ہوں گے کہ

۱۔ ہماری زندگی میں آنے والے مسائل غیر متوقع نہیں ہوں گے اور اُنہیں برداشت کرنا آسان ہو جائے گا۔

۲۔ دوسرا فائدہ یہ ہو گا کہ ہم مسائل سے خالی زندگی کے لیے جو بہت زیادہ جتن کر رہے ہیں اور اس حوالے سے ذہنی دباؤ (Brain Stress) کی حالت میں رہتے ہیں، اس میں کمی آجائے گی۔

2- ہر مسئلہ کی زندگی محدود ہوتی ہے

اللہ رب العزت نے قرآنِ مجید میں ارشاد فرمایا:

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ. (القصص:۸۸)

’’اس کی ذات کے سوا ہر چیز فانی ہے‘‘۔

ایک اور جگہ پر یوں فرمایا:

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ. وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ. (الرحمن،۲۶،۲۷)

’’ہر کوئی جو بھی زمین پر ہے فنا ہو جانے والا ہے۔ اور آپ کے رب ہی کی ذات باقی رہے گی جو صاحبِ عظمت وجلال اور صاحبِ انعام و اکرام ہے‘‘۔

بقول علامہ اقبال

ثبات اِک تغیّر کو ہے زمانے میں
سکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں

گویا ہر چیز فنا اور تغیر کی زد میں ہے اور ہماری زندگی میں آنے والے تمام مسائل اور مصائب پر بھی یہی قانون لاگو ہوتا ہے۔ ہر مسئلہ کی ایک محدود عمر ہوتی ہے جس کے بعد اُس نے بہر حال ختم ہونا ہوتا ہے۔ قرآنِ مجید میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیا:

سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا. (الطلاق:۷)

’’اللہ عنقریب تنگی کے بعد کشائش پیدا فرما دے گا‘‘۔

رات آتی ہے تو ہر طرف تاریکی چھا جاتی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے اب ہمیشہ رات ہی رہے گی، لیکن چند گھنٹوں کے بعد اُسی تاریکی کے دامن سے صبح کا سویرا طلوع ہو جاتا ہے۔ کوئی بھی رات اتنی لمبی نہیں ہوسکتی کہ وہ آنے والی صبح کو آنے سے روک دے۔ بات صرف اتنی ہے کہ رات کے آنے اور جانے کا وقت مقرر ہے۔ نہ وہ وقت سے پہلے آسکتی ہے اور نہ ہی وقت کے بعد رہ سکتی ہے۔ اسی طرح ہر مسئلہ کے حل ہونے کا بھی ایک وقت مقرر ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

كُلُّ شَئِيٍ عِنۡدَہٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى .

''اللہ کی بارگاہ میں ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے''

(مصنف عبدالرزاق، باب الصبر والبکاء، ۳:۵۵۲، الرقم:۶۶۷۰)

دوسری طرف انسان کے اندر جو فطری کمزوریاں رکھی گئی ہیں، ان کے پیش نظر انسان کی پہلی خامی یہ ہے کہ حالات کی ناسازگاری کو دیکھ کر پست ہمت اور مایوس ہو جاتا ہے۔ ارشاد فرمایا:

وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوْسًا. (الاسراء: ۸۳)

''اور جب اسے کوئی تکلیف پہنچ جاتی ہے تو مایوس ہو جاتا ہے (گویا نہ شاکر ہے نہ صابر)''۔

انسان کی دوسری بڑی خامی عجلت پسندی ہے۔

فرمایا: وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا. (الاسراء: ۱۱)

''اور انسان بڑا ہی جلد باز واقع ہوا ہے''۔

ان دو خامیوں کی وجہ سے کسی مسئلہ کا شکار ہونے پر ہم عموماً دو قسم کی غلطیاں کرتے ہیں:

۱۔ ایک تو یہ سمجھ لیتے ہیں کہ شائد یہ مسئلہ کبھی ختم ہی نہیں ہوگا۔ حالانکہ اس غلط فہمی کا ازالہ کرنے کے لیے ماضی کا تجربہ ہی کافی ہے۔ ماضی میں کتنے ہی مسائل کے متعلق ہم نے سمجھ لیا کہ وہ کبھی ختم نہیں ہوں گے، مگر آج اُن کا نام ونشان بھی نہیں ہے۔ یہی قانونِ فطرت ہے۔

۲۔ دوسری غلطی ہم یہ کرتے ہیں کہ اپنی عجلت پسندی کے ہاتھوں مجبور ہو کر چاہتے ہیں کہ مسئلہ فوراً حل ہونا چاہیے۔ اس کوشش میں بعض اوقات ایسی غلطیاں کر بیٹھتے ہیں جن کے نتیجے میں صورتحال سنورنے کے بجائے مزید بگڑ جاتی ہے۔ اگر ہم اس حقیقت کو ذہن نشین رکھنے میں کامیاب ہو جائیں کہ ہر مسئلہ کی ایک خاص مدت ہوتی ہے جس کے بعد اُسے ختم ہو ہی جانا ہے تو ہم ذہن کو پُر سکون رکھتے ہوئے، زیادہ بہتر انداز میں اُس کا سامنا کر سکتے ہیں اور حکمت و دانش کو استعمال کرتے ہوئے اُلجھی ہوئی گرہوں کو سُلجھا سکتے ہیں۔

3۔ مسائل میں مواقع

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں اپنے عقلمند بندوں کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ جب ذکر اور فکر کی برکتوں کے باعث ان پر رموز ہستی آشکار ہوتے ہیں تو وہ بے اختیار پکار اٹھتے ہیں۔

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا. (آل عمران: ۱۹۱)

''اے ہمارے رب! تو نے یہ (سب کچھ) بے حکمت اور بے تدبیر نہیں بنایا''۔

کائنات کی ہر چھوٹی بڑی چیز کا خالق اللہ ہے اور اس نے ہر چیز کو کسی حکمت کے تحت پیدا کیا ہے۔ بظاہر بری دکھائی دینے والی چیز بھی اپنے اندر افادیت کا کوئی نہ کوئی پہلو ضرور رکھتی ہے۔ یہی معاملہ زندگی کے مسائل کا بھی ہے۔ ہر مسئلہ کے اندر مثبت امکانات موجود ہوتے ہیں۔ اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیا:

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا. اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا.

''سو بے شک ہر دشواری کے ساتھ آسانی (آتی) ہے۔ یقیناً (اس) دشواری کے ساتھ آسانی (بھی) ہے''۔ (الانشراح:۵،۶)

یہاں ایک ہی بات کو دہرا کر جس حقیقت کو بیان کیا جارہا ہے وہ یہ ہے کہ اس دنیا میں کوئی عسر ایسا نہیں ہے جس کے ساتھ یُسر موجود نہ ہو۔ کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے جس کے ساتھ کوئی نہ کوئی موقع موجود نہ ہو۔ جسے ہم رکاوٹ سمجھ رہے ہوتے ہیں وہ حقیقتاً ہمارے لئے ترقی کا زینہ ہوتا ہے۔ بصارت اور بصیرت میں یہ فرق ہے کہ بصارت صرف مسئلہ کو دیکھتی ہے مگر بصیرت اس کے اندر چھپے ہوئے موقع کو دیکھ لیتی ہے۔

ہر مسئلے کے اندر کم از کم ایک یا ایک سے زیادہ مواقع موجود ہوتے ہیں۔ بالفاظ دیگر ہر مسئلہ اپنے ساتھ کم از کم اتنا یا اس سے بھی بڑے سائز کا موقع لے کر آتا ہے۔ اگر آپ صرف مسئلہ کو دیکھیں گے تو موقع کو ضائع کر

بیٹھیں گے اور اگر آپ موقع کو پہچان گئے تو اسے استعمال کرتے ہوئے آگے بڑھ جائیں گے۔ ارشاد فرمایا:

عَسٰٓی اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ج وَعَسٰٓی اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ط وَاللهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ. (البقرہ: ۲۱۶)

''ممکن ہے تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور وہ (حقیقتاً) تمہارے لیے بہتر ہو، اور (یہ بھی) ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو، اور وہ (حقیقتاً) تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ خوب جانتا ہے اور تم نہیں جانتے''۔

یہی بات دوسرے مقام پر ان الفاظ میں بیان ہوئی:

فَعَسٰٓی اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا. (النساء: ۱۹)

''ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت سی بھلائی رکھ دے''۔

مندرجہ بالا دونوں آیات میں یہ حقیقت ہمیں باور کرائی جارہی ہے کہ ہماری زندگی میں پیش آنے والی ہر صورت حال خواہ وہ بظاہر کتنی ہی ناخوشگوار دکھائی دے رہی ہو حقیقتاً ہمارے لئے کوئی نہ کوئی خیر کا پہلو لئے ہوئے ہوتی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اسے مثبت انداز میں لیتے ہوئے اس خیر والے پہلو کو دریافت کرلیں اور اس پر درست ردعمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے خود کو مزید بہتر بنالیں۔ مثلاً ہر انسان دنیا میں راحتوں اور آسائشوں سے بھرپور زندگی کو پسند کرتا ہے مگر ایسی زندگی روح کا قبرستان ہوتی ہے اور جن تنگیوں اور مشکلات کو انسان ناپسند کرتا ہے انہی سے زندگی میں وہ سوز و گداز پیدا ہوتا ہے جس سے زندگی میں حسن اور نکھار آتا ہے۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے اندر بے شمار غیر معمولی صلاحیتیں رکھی ہوئی ہیں۔ یہ صلاحیتیں عام حالات میں سوئی رہتی ہیں۔ مگر جب کوئی مسئلہ (Challenge) سامنے آتا ہے تو یہ اُس وقت بیدار و متحرک ہوجاتی ہیں۔ شاعر مشرق نے اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جگہ جگہ پر اپنا تعارف رحمٰن، رحیم اور کریم کے طور پر کروایا ہے۔ جو خدا اپنے بندوں پر حد درجہ مہربان ہے، اس کے لطف و کرم سے یہ بات بعید ہے کہ وہ بغیر کسی حکمت اور مصلحت کے ہمیں مصائب اور مشکلات میں مبتلا کردے، یقیناً ان سب کے اندر ہماری بہتری ہی مقصود ہوتی ہے۔

4۔ ہر مسئلہ قابل حل ہے

جس طرح ہر مسئلہ کے اندر ایک یا ایک سے زیادہ امکانات موجود ہوتے ہیں اسی طرح ہر مسئلہ کا کم از کم ایک یا ایک سے زیادہ حل بھی موجود ہوتے ہیں۔ بشرطیکہ انسان اپنی دانش کے ذریعے اسے حل کرنے کی کوشش کرے اور اسے ناقابل حل نہ سمجھ لے کیونکہ اس دنیا میں کوئی بھی مسئلہ لاینحل (ناقابل حل) نہیں سوائے اس مسئلہ کے جسے لاینحل سمجھ لیا جائے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لکل داء دواء. ''ہر بیماری کی دوا ہوتی ہے''۔

(صحیح مسلم، باب لکل داءِ دواء، ۴:۶۹، ۱۷، الرقم: ۲۲۰۴)

جس خدا نے ہر بیماری کی کوئی نہ کوئی دوا بھی پیدا کی ہے اس نے ہر مسئلے کا کوئی نہ کوئی حل بھی بنایا ہے۔ یوں سمجھ لیں کہ اس دنیا میں مسئلہ (Problem) اور اس کا حل (Solution) دونوں جڑواں ہیں۔ جہاں مسئلہ ہوتا ہے وہیں اس کا حل بھی موجود ہوتا ہے۔ حتی کہ اگر کسی مسئلہ کا کوئی بھی حل سمجھ میں نہ آرہا ہو تو وہاں انتظار بھی ایک حل ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

افضل العبادۃ انتظار الفرج.

''بہترین عبادت کشادگی کا انتظار ہے''۔

(سنن ترمذی، باب فی انتظار الفرج، ۵:۵۶۵، الرقم: ۳۵۷۱)

آخر صبر پر جو اتنے انعامات کا وعدہ کیا گیا ہے

اور بہت سارے درجات رکھے گئے ہیں وہ کس لئے ہیں؟ چنانچہ جب بھی کسی مسئلہ کا فوری حل سمجھ میں نہ آرہا ہو تو اسے انتظار کے خانے میں ڈال دیں اور پھر دیکھیں کہ وہ مسئلہ کیسے حل ہوتا ہے۔ بقول حالی

رات دن ہیں گردش میں زمین و آسماں
ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا

جس طرح چلنا ایک کام ہے اسی طرح رکنا بھی ایک کام ہے۔ عقلمند وہ ہے جو اس حکمت کو جانے کہ بعض حالات میں عمل کرنا یہ ہوتا ہے کہ انسان کوئی عمل ہی نہ کرے بلکہ صرف انتظار کرے۔ اب یہ فیصلہ ہماری عقل و فراست کو کرنا ہے کہ کہاں اور کس وقت قدم اٹھانا ہے اور کب انتظار کرنا ہے۔

5۔ مسائل کے حل کی صلاحیت

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں اپنا ایک آفاقی ضابطہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا. (البقره: ۲۸۶)

''اللہ کسی جان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا''۔

ایک بچہ جو دس کلو تک وزن اٹھا سکتا ہو اس کا باپ کبھی گوارا نہیں کرے گا کہ اسے بیس کلو وزن اٹھانے کے لئے کہے۔ باپ سے کہیں زیادہ محبت ماں کو اولاد کے ساتھ ہوتی ہے اور ماں سے کہیں زیادہ محبت ہمارے ساتھ اس خالق و مالک کو ہے جس نے ماؤں کے دلوں میں ہمارے لئے محبت پیدا کی ہے۔ جب یہ بات طے ہے کہ اس کائنات میں اللہ کی مرضی کے بغیر ایک پتا بھی نہیں ہلتا اور یہ بھی طے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہمارے ساتھ بہت زیادہ محبت کرنے والی ہے تو پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہماری طرف کوئی ایسا مسئلہ آجائے جسے حل کرنا ہماری صلاحیت سے باہر ہو۔ اگر ہم اپنے مسائل کو حل کرنے میں خود کو ناکام تصور کرتے ہیں تو قصور ہمارا اپنا ہے کہ ہم نے اپنی صلاحیتوں کو مسائل کے حل کے لئے صحیح استعمال نہیں کیا۔ صلاحیت کا مالک ہونا ایک بات ہے اور اسے استعمال میں لانا دوسری بات ہے۔

اگر آج تک ہم نے اپنے من میں جھانک کر دیکھا ہوتا تو ہمیں پتہ چلتا کہ بنانے والے نے کیسی حیرت انگیز صلاحیتیں، توانائیاں اور استعدادیں ہمارے اندر رکھی ہوئی ہیں جن کے عدم استعمال کی وجہ سے انہیں زنگ لگ رہا ہے اور ہم دنیا میں مارے مارے پھر رہے ہیں۔ وہ کہتا ہے میں نے اپنی خلافت و نیابت کا تاج تمہارے سر پر رکھ دیا ہے اور ساری کائنات کو تمہارے لئے مسخر کردیا ہے۔ لازمی بات ہے کہ یہ تمام اعزازات انسان میں بے اختیاری کے ساتھ تو جمع نہیں کئے گئے بلکہ اس نے انسان کو کائنات کے مسخر کرنے کے لئے اختیارات وصلاحیتیں بھی دی ہیں۔ وہ ہمیں غالب دیکھنا چاہتا ہے افسوس کہ ہم خود ہی مغلوب بنے ہوئے ہیں۔ وہ ہمیں فاتح دیکھنا چاہتا ہے مگر ہم مفتوح بنے ہوئے ہیں۔ قرآن مجید بتاتا ہے کہ اللہ نے ہمارے اندر اپنے نور کا چراغ جلا رکھا ہے۔ ارشاد فرمایا:

وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ. (الحجر: ۲۹)

''اور اس پیکر (بشری کے باطن) میں اپنی (نورانی) روح پھونک دوں''۔

جب صورت حال یہ ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس کی قدرتوں اور طاقتوں کا کچھ نہ کچھ عکس تو ہمارے اندر بھی دکھائی دینا چاہئے۔ بقول اقبال

تیرے دریا میں روانی کیوں نہیں ہے
خودی تیری مسلماں کیوں نہیں ہے
عبث ہے شکوۂ تقدیر یزداں
تو خود تقدیر یزداں کیوں نہیں ہے

اس مقصد کے لئے پہلے ہمیں اپنے من میں جھانک کر اپنے آپ کو پہچاننا ہوگا تاکہ اپنی طاقتوں اور مقام و مرتبہ سے آشنائی ہو اور ان میں یقین قائم ہو۔ اس حوالے سے حکیم الامت کا کہنا ہے:

خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تو زباں تو ہے
یقین پیدا کر اے غافل کہ مغلوب گماں تو ہے

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

ہفت کشور جس سے ہوں تسخیر بے تیغ و تفنگ
تو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ ساماں بھی ہے

حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اپنے مقام و مرتبہ کا بہت ہی ہلکا اندازہ لگا رکھا ہے۔ بالفاظ دیگر ہم نے اپنے آپ کو Under Estimate کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس رنگ برنگی کائنات کی بارات کا دولہا بنایا ہے اور یہ ساری بزم ہمارے ہی لئے سجائی گئی ہے اور اسے ہمارے ہی لئے مسخر کردیا گیا ہے۔ مگر ہمارا حال یہ ہے کہ ہم اپنے اندرونی گمانوں سے مغلوب ہوکر ہر کام کو اپنے لئے ناممکن سمجھ لیتے ہیں۔ حالانکہ ناممکن کا لفظ فقط احمقوں کی لغت کا حصہ ہوتا ہے۔ بہادر لوگوں کے لئے کوئی کام بھی ناممکن نہیں ہے۔ سالہا سال تک انسانی صلاحیتوں کا مطالعہ کرنے والے ڈاکٹر نپولین ہل کا کہنا ہے کہ

If you think you can or you cannot you are right.

''اگر آپ سمجھتے ہیں کہ آپ فلاں کام کر سکتے ہیں یا نہیں کر سکتے تو آپ صحیح ہیں''۔

مطلب یہ ہے کہ انسان اگر یہ سمجھ لے کہ میں فلاں کام کرسکتا ہوں تو وہ اسے کر سکے گا اور اگر وہ ذہنی طور پر یہ سمجھ لے کہ میں تو یہ کام نہیں کرسکتا تو وہ واقعی اسے نہیں کر سکے گا۔ دونوں صورتوں میں نتیجہ اس کی سوچ پر ہی منحصر ہے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انگریزی کے مشہور ادیب برنارڈ شاہ نے کہا تھا:

''زندگی کا سارا ڈرامہ ذہنی ڈرامہ ہے۔ ہر مشکل ذہنی مشکل ہے''۔

لہذا منفی، پست اور مایوس کن سوچوں کے حصار سے باہر نکلیں۔ اپنے آپ کو پہچانیں اور یقین کامل کے ساتھ آگے بڑھیں۔ کائنات کی عظمتیں آپ کے سامنے سرنگوں ہونے کو بے تاب ہیں اور مسائل حل ہونے کے لئے تیار ہیں۔ (جاری ہے)

(بقیہ: القرآن)

اس کی وجہ آقا علیہ السلام نے بیان فرمائی کہ

ما فاق ابوبکر رضی الله عنه اصحاب محمدٌ بصوم ولا صلوٰة ولکن بشیء کان فی قلبه.

(جامع العلوم والحکم، زین الدین ابی الفرج، ۲:۳۰۱)

صدیق اکبرؓ کو فضیلت اور اعلیٰ درجات ملنے کی وجہ کثرت صوم و صلوٰۃ نہیں ہے۔ بلکہ وہ ایک خاص حالت اور کیفیت ہے جو ان کے دل کے اندر جاگزیں ہے اور وہ نیت صافیہ ہے، صدقِ قلب ہے۔ دل کی اس کیفیت اور صدق نے انہیں ایمان اور درجے میں اعلیٰ فضیلت دی۔ اسی بنیادی چیز کے حوالے سے آقا علیہ السلام نے فرمایا:

إنما الأعمال بالنیات.

(بخاری، الصحیح، کتاب الایمان، ۱:۳۰، رقم:۵۴)

''بے شک اعمال کی قبولیت اور اعمال کے کمال کا دارومدار نیتوں پر ہے''۔

الحمدللہ تعالیٰ تحریک منہاج القرآن کے ہر پروگرام اور سرگرمی میں نیتِ خالصہ کے حصول کے لئے محنت کی تاکید کی جاتی ہے۔ اس لئے کہ شر کی بنیاد بھی نیت کی خرابی میں ہے اور زندگی میں خیر کی ابتداء بھی نیت کی اصلاح سے ہے۔ جدھر بھی ہم شر دیکھتے ہیں وہاں بنیادی سبب نیت کی خرابی کی صورت میں نظر آتا ہے۔ پاکستان کے حالات نہ سنورنے کی بنیادی وجہ بھی یہ ہے کہ مقتدر طبقہ کی نیتیں صحیح نہیں ہیں۔ امت کی قیادت تباہ حال ہے۔ جن کے ہاتھ میں زمام کار ہے ان کی نیتیں درست نہیں ہیں۔ ان کے آقا و مولیٰ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نہیں بلکہ انہوں نے آقا و مولیٰ کسی اور کو بنا رکھا ہے اور ہوائے نفس کے پجاری ہیں۔

اگر ہم اپنی انفرادی و اجتماعی زندگیوں کی اصلاح کے متمنی ہیں تو ہمیں اپنے اعمال کی بنیاد کی طرف متوجہ ہونا ہوگا۔ نیت کو خالص کرنے سے ہی ہم اپنے اعمال کی سمت مثبت رکھتے ہوئے کامیابی کی طرف گامزن ہوسکتے ہیں۔

اسلاف کی علم دوستی

ڈاکٹر نعیم مشتاق*

زندگی میں ہر اچھی چیز کی قیمت چکانا پڑتی ہے۔ کبھی مال و زر کی شکل میں تو کبھی وقت کی شکل میں، مگر بغیر قیمت ادا کیے اس دنیا میں کچھ بھی نہیں ملتا۔ یہ قانونِ فطرت ہے۔ حتیٰ کہ بھیک مانگنے کے لیے بھی قیمت وقت کی شکل میں ادا کرنی پڑتی ہے۔ چلچلاتی دھوپ میں دربدر صدا لگائی جائے تو تب کہیں جا کر ایک دو روپے ملتے ہیں اور ہم ہیں کہ گھر کے ایئر کنڈیشنڈ ڈرائینگ روم میں بیٹھ کر اخبارات کا سرسری مطالعہ کرنے کے بعد اپنے آپ کو ''باخبر'' سمجھنا شروع کر دیتے ہیں۔ لائبریری اگر گھر سے چند قدم دور ہو تو نام نہاد مصروفیت، کاہلی، سستی اور گرمی و سردی کا بہانہ بنا کر نہیں جاتے۔ اس پر ستم یہ کہ دوران گفتگو تاریخ کے جلیل القدر علماء پر تنقید اور حقائق و علم کے بغیر تبصرے کرنا اپنا بنیادی انسانی حق سمجھتے ہیں۔

آیئے ذرا دیکھیں کہ اسلامی علوم کی عظیم میراث ہمیں جن عظیم ہستیوں کے ذریعے ملی اور جن کے ذکر سے ہم آج اپنی تقریریں اور محفلیں سجاتے ہیں، انہوں نے کس طرح تکالیف اور پریشانیوں سے گزر کر اسلامی علوم و فنون کے عظیم الشان ذخیرے کو ہم تک پہنچایا۔ افسوس! آج ان بزرگوں کا علم صرف لائبریریوں تک محدود ہو گیا۔

آیئے ذرا کچھ لمحوں کے لیے ماضی میں چلتے ہیں اور دیکھیں کہ ہمارے بزرگ کس قدر علم دوست تھے اور انہوں نے ان علوم کے تحفظ اور فروغ کے لیے کتنی بھاری قیمتیں ادا کیں۔ کیونکہ۔۔۔ قیمت تو پھر چکانی ہی پڑتی ہے۔

ایک حوالہ کی خاطر 70 دن کا سفر

امام احمد بن محمد المقری (۹۸۶ھ۔۱۰۴۱ھ) فنِ حدیث کے بہت بڑے عالم ہو گزرے ہیں۔ ان کے متعلق ''تذکرۃ الحفاظ'' میں امام ذہبیؒ نے ذکر کیا ہے کہ آپ کو ایک کتاب سے حوالہ نقل کرنے کے لیے 70 دن کا سفر کرنا پڑا۔ وہ کتاب اس حالت میں تھی کہ اگر وہ کتاب کسی نان بائی کو دے کر ایک روٹی بھی خریدنا چاہتے تو شاید وہ اس پر بھی تیار نہ ہو۔

امام ابن مقری کا محض ایک حوالہ کی درستگی کے لیے 70 دن کا سفر طے کرنا ہمارے نام نہاد خادمین علم و ادب کے منہ پر طمانچہ ہے۔ ہمارے بزرگ علمی دیانت کو برقرار رکھنے کے لیے 70 دن پیدل سفر کرنا ناپسند خیال نہیں کرتے تھے اور ہم آج اکثر غلط حوالوں سے دوسروں کی عزتوں کو اچھال کر علم و ادب کی دنیا میں عظیم ''انقلاب'' برپا کر رہے ہیں۔

کتاب میں پسینے کا اثر

مورخ شمس الدین ابن خلکان (۶۸۱ھ) نے اپنی تصنیف ''وفیات الاعیان'' میں خطیب تبریزی کے متعلق لکھا

☆ nmushtaq786@gmail.com

ہے کہ آپ کو عربی زبان و قواعد پر غیر معمولی مہارت حاصل تھی۔ خطیب تبریزی میں یہ غیر معمولی مہارت کس طرح آئی کہ دنیائے علم وفن میں آپ کا نام نمایاں حیثیت اختیار کر گیا؟

مورخ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ خطیب تبریزی کو ایک مرتبہ ابو منصور ازہری کی کتاب ’’تہذیب اللغہ‘‘ (جو علم قواعد و زبان پر سولہ جلدوں میں تھی) کہیں سے مل گئی۔ خطیب تبریزی نے ارادہ کیا کہ اس کتاب کے مندرجات کو کسی ماہر زبان سے تحقیقی طور پر سمجھیں۔ لوگوں نے اس سلسلے میں ’’ابوالعلاء المعری‘‘ کا نام پیش کیا۔ آپ یہ کتاب تھیلے میں ڈالی، اس تھیلے کو بغل میں لٹکایا اور تبریز سے ’’معرۃ‘‘ کی جانب چل پڑے۔ خطیب تبریزی کے پاس اتنے پیسے نہیں تھے کہ سواری کا انتظام کر سکتے۔ اس لیے دھوپ میں پیدل چلنے سے پسینہ آیا اور اس کا اثر تھیلے اور کتاب تک پہنچا، نتیجتاً کتاب پسینہ سے تر ہو گئی۔ اب اگر کوئی اس کتاب کو دیکھتا اور اسے صحیح صورت حال کا پتہ نہ ہوتا تو وہ یہی خیال کرتا کہ شاید پانی میں بھیگ گئی ہے حالانکہ اس پر صرف خطیب تبریزی کا پسینہ تھا۔

موسم گرما میں (اور وہ بھی پاکستان کا نہیں بلکہ عرب کی سرزمین کا) ایک کتاب کے مندرجات کو درست طریقے سے سمجھنے کے لیے حالت غربت میں لمبا پیدل سفر اختیار کرنا ہمارے ملک کے ’’علم دوست‘‘ طبقے کے بس کی بات نہیں۔ یہاں تو رویے ایسے ہیں کہ جیسے ہر کوئی ’’ساری سمجھ‘‘ اپنے ساتھ لے کر پیدا ہوا ہے۔ دوسروں سے حصولِ علم کی غرض سے گفتگو اپنی بزرگی، شہرت اور عزت نفس کے خلاف سمجھی جاتی ہے۔

اپنی عزت کس طرح بیچ دوں؟

حضرت ابراہیم بن اسحاق حربی (۲۸۵ھ) اپنے وقت کے بڑے امام، علم و زہد، فقہ و حدیث اور ادب کے مینارہ نور تھے۔ ان سے کسی شخص نے پوچھا کہ آپ نے اتنی مختصر مدت میں بہت ساری کتابوں کو کس طرح لکھ لیا؟ یہ سن کر آپ کو غصہ آ گیا اور پوچھنے والے سے کہا کہ میں نے انہیں اپنے خونِ جگر سے لکھا ہے۔

آپ کے ہاں غربت کا یہ عالم تھا کہ بقول آپ کی بیٹی، ’’مدت دراز سے ہمارا کھانا صرف روٹی کے سوکھے ٹکڑے ہیں، جنہیں نمک سے کھا لیتے ہیں۔ کبھی کبھی تو گھر میں نمک بھی نہیں رہتا‘‘۔

اس حالت غربت میں جب آپ کی بیوی نے آپ سے کہا ’’آپ اپنی کچھ کتابیں فروخت کر دیں تاکہ گھر کا خرچہ چل سکے‘‘ تو آپ نے فرمایا:

’’تاجر کی عظمت نوٹ کی تھیلی میں اور عالم کی عزت نوٹ کی کاپی (نوٹ بک) میں محفوظ ہے پھر میں پیٹ کی خاطر اپنی عزت کس طرح بیچ دوں؟‘‘

آہ! ان علوم کو جسے ہمارے بزرگوں نے فقرو فاقہ اور بعض اوقات صرف سوکھی روٹی کھا کر ہم تک پہنچایا، آج ان علوم کی تعلیم حاصل کر کے اس معاشرہ میں کوئی اچھی نوکری نہیں دیتا۔ جس علم کو انہوں نے اپنی عزت قرار دیا، آج اسی علم کے حقیقی وارث ناپید ہو رہے ہیں اور نام نہاد وارثان اپنے سوءِ کردار کی وجہ سے اسلام کی بدنامی کا باعث بن رہے ہیں۔

اللہ کی رحمت کا ایک اور انداز

ابھی آپ نے پڑھا کہ حضرت ابراہیم بن اسحاق حربی نے نہ صرف اپنا بلکہ گھر والوں کا فاقہ برداشت کر لیا مگر اپنی کتابیں نہیں بیچیں۔ آیئے ذرا اس کے برعکس بھی ایک واقعہ پڑھ لیں کہ جب انسان اسلام کی خدمت کے نقطہ نظر سے علوم و فنون سے محبت رکھتا ہے تو اللہ بھی اسے بے یارومددگار نہیں چھوڑتا۔

ابن خلکان اپنی کتاب ’’وفیات الاعیان‘‘ میں فرماتے ہیں کہ ادیب وقت حضرت ابوالحسن علی بن احمد کے پاس ابن درید (۳۲۱ھ) کی کتاب ’’الجمہرۃ فی علم اللغۃ‘‘ کا ایک بہت ہی عمدہ اور نفیس نسخہ تھا۔ ایک مرتبہ غربت و افلاس نے اسے بیچنے پر مجبور کر دیا۔ شریف

مرتضٰی ابوالقاسم نے 60 دینار میں خرید لیا جب اس کا ورق پلٹا تو اس پر ابوالحسن کے ہاتھ سے لکھے ہوئے اشعار نظر آئے جن کا ترجمہ یہ ہے:

’’میں 20 سال تک اس کتاب سے مانوس رہنے کے بعد آج اس کو بیچ رہا ہوں۔ اس کے چھوٹ جانے سے میرا غم بہت بڑھ گیا ہے۔ قرضوں کی وجہ سے اگر عمر قید بھی ہو جاتی تو پرواہ نہ تھی مگر یہ وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ کبھی اس کو بیچنا پڑے گا لیکن کیا کروں، کمزوری، ناداری اور چھوٹے چھوٹے بچوں کی وجہ سے حالات نے یہ دن دکھائے۔ میں بہتے ہوئے آنسوؤں پر قابو نہ پا سکا اور کسی دل جلے غمزدہ کی طرح یوں کہا ’’اے مالک! ضرورت کبھی کبھی عمدہ اور نفیس چیزوں کو اپنے آقا سے جدا ہونے پر مجبور کر دیتی ہے حالانکہ وہ انہیں اپنے پاس سے الگ نہیں کرنا چاہتا‘‘ (وفیات الاعیان، جلد 1، صفحہ 337)

شریف مرتضٰی نے جب کتاب پر لکھے ہوئے یہ اشعار پڑھے تو اس کا دل بھر آیا اور اس نے کتاب کا نسخہ واپس کر دیا اور دینار اُن ہی کے پاس رہنے دیے۔

حضرت ابوالحسن بڑے عظیم ادیب و شاعر تھے، خطیب بغدادی (مصنف تاریخ بغداد) آپ کے شاگردوں میں سے ایک ہیں۔ حضرت ابوالحسن چاہتے تو اپنی شاعری میں حاکمِ وقت کے قصیدوں کو بیان کر کے اپنی مشکلات سے چھٹکارا پا سکتے تھے مگر انہوں نے اسلامی علوم وفنون کی عزت اور مقام کو برقرار رکھنے کے لیے ایسا نہیں کیا اور ننھے منے بچوں کا فاقہ بھی برداشت کر لیا۔ اگر کبھی شفقتِ پدری علمی ذوق پر غالب آ بھی گئی اور کتاب بیچنی بھی پڑ گئی تو رحمتِ الٰہی جوش میں آ گئی اور خریدار کے دل میں کتاب بمعہ قیمت واپس کرنے کا خیال ڈال دیا۔ یوں ضرورت بھی پوری فرمائی اور کتاب بھی واپس آ گئی۔

آیئے ذرا حضرت ابوالحسن کے ذکر مبارک کو ختم کرتے ہوئے آپ کو ابوالحسن کے ان اشعار کا ترجمہ بھی سنائیں جو ابنِ اثیر نے ’’الکامل‘‘ میں درج کیے ہیں۔ ابوالحسن فرماتے ہیں کہ اہل علم کی پہچان یہ ہے کہ

’’ہر غبی و بوالہوس پڑھانے کے لیے صدر مجلس بن کر بیٹھ گیا ہے اور اپنے آپ کو فقیر و مدرس کہلانے لگا۔ حق یہ ہے کہ اہل علم، اس کی مثال میں وہ قدیم شعر پڑھیں گے جس سے ہر محفل ومجلس آشنا ہے۔ (اور وہ یہ ہے کہ) وہ دُبلی ہوئی، اور اتنی ہوئی کہ دُبلے پن کی وجہ سے اس کی ہڈیاں نکل آئیں اور گردے باہر جھانکنے لگے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ہر فقیر وکنگال بھی اس کا بھاؤ کرنے لگا‘‘۔

حضرت ابوالحسن نے اپنے اشعار میں اہل علم کی پہچان فقر و فاقہ کے حوالہ سے کروائی ہے اور یہی فقرو فاقہ وہ قیمت تھی جو انہوں نے علم کے تحفظ اور حصول کے لیے ادا کی۔

روٹی لوں یا کاغذ؟

آیئے! اب آپ کو جلیل القدر عالم کا ایک قصہ سناتے ہیں۔ محمد بن طاہر مقدسی فرماتے ہیں کہ میری غربت و ناداری کی نوبت ایک مرتبہ تو اس حد تک پہنچ گئی کہ میرے پاس سوائے ایک درہم کے کچھ بھی باقی نہ بچا۔ اس وقت مجھے کھانے کے لیے روٹی اور لکھنے کے لیے کاغذ کی اشد ضرورت تھی۔ میں بار بار سوچتا رہا کہ اگر اس درہم کو روٹی پر خرچ کر دیا تو لکھنے کے لیے کاغذ کہاں سے آئے گا؟ اور اگر کاغذ لے لیا تو پھر روٹی کیسے کھاؤں گا؟ اسی سوچ بچار میں تین دن ہو گئے اور منہ میں ایک دانہ بھی نہ گیا۔ جب چوتھا دن ہوا تو میں نے دل میں سوچا کہ اب اگر کاغذ لے بھی لیا تو کیا فائدہ؟ بھوک کی شدت سے کچھ لکھنا بھی مشکل ہے۔ میں درہم کو منہ میں رکھ کر چوستے ہوئے روٹی خریدنے چل پڑا۔ اتفاق سے بے خیالی میں تھوک کے ساتھ اُسے نگل گیا اور بے اختیار میری ہنسی چھوٹ گئی۔

میں اسی حال میں تھا کہ شیخ ابو طاہر سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے پوچھا کہ کیوں ہنس رہے ہو؟ میں نے کہا کہ بس یونہی! انہوں نے اصرار کیا تو پھر مجھے بتانا پڑا۔ اس

پر انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے گھر لے گئے اور وہاں پرتکلف دعوت کی اور بعد ازاں کاغذ بھی خرید کر دیے۔

حصولِ علم کے لیے آرام کرنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ آپ میری امت کے سب سے بڑے عالمِ قرآن ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اگر میرے اونٹ کی رسی بھی گم ہو جائے تو میں قرآن سے معلوم کر لیتا ہوں۔ آپؓ کی اس قدر علم میں وسعت کے باوجود علم دوستی کا یہ حال ہے کہ حافظ ابن کثیر نے اپنی تصنیف ''البدایہ والنہایہ'' میں آپ کے متعلق آپ ہی کے لفظوں میں یوں بتایا کہ:

''جب مجھے پتہ چلتا کہ فلاں صحابی کے پاس حضور ﷺ کی کوئی حدیث موجود ہے تو میں ان کے مکان پر پہنچتا۔ وہاں آ کر معلوم ہوتا کہ آپ آرام کر رہے ہیں تو میں اپنی چادر ان کے دروازے کے سامنے بچھا کر لیٹ جاتا۔ دوپہر کی گرمی میں ہوا چلتی تو تمام گرد وغبار میرے اوپر آتا۔ جب وہ صحابی گھر سے باہر آ کر مجھے دیکھتے تو حیرت زدہ ہو کر استفسار کرتے کہ آپ نے یہ زحمت کیوں اٹھائی؟ کسی کو بھیج کر مجھے بلوا لیا ہوتا، تو میں کہتا ''نہیں جناب! مجھے ہی آنا چاہیے تھا'' پھر میں ان سے حدیث معلوم کرتا''۔

حضرت ابن عباسؓ کی علم میں کمال درجہ کی دسترس اور وسعت کے باوجود حصول علم کے لئے اس قدر شوق و رغبت کے اظہار کا یہ رویہ ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔

☆ حافظ ابن کثیر نے ''البدایہ و النہایہ'' میں امام بخاری کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ آپؒ کی یہ عادت تھی کہ رات سوتے سے اٹھتے، چراغ جلاتے اور جو فوائد ذہن میں آتے، انہیں تحریر میں لاتے اور پھر چراغ بجھا کر سو جاتے، پھر کوئی بات ذہن میں آتی تو پھر لکھنے کے لیے اٹھتے، اس طرح کبھی کبھی اٹھنے کی تعداد بیس کے قریب پہنچ جاتی۔

دیکھا آپ نے کہ اِن اکابرین نے علم سے اپنا کس قدر پختہ رشتہ استوار کر رکھا تھا۔ ویسے اگر ہم اپنے رویوں پر غور کریں تو کیا اس طرح راتوں کو اٹھ اٹھ کر نوٹس قلمبند کرنے کی عادت ہمارے اندر بھی ہے؟ ایسے کام حضور ﷺ کی امت کی بھلائی کے لیے شدید خواہش کے بغیر نہیں ہوتے۔ آزما کر دیکھ لیجیے۔

ان واقعات سے کیا ثابت ہوتا ہے؟

یہ چند واقعات بطور نمونہ تھے۔ تاریخ اسلام ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ یہ واقعات سب لوگ پڑھتے ہیں مگر سب لوگ ان سے حاصل ہونے والے نتائج پر غور نہیں کرتے۔ آیئے آپ کو بتائیں کہ ان واقعات سے کیا ثابت ہوتا ہے۔ ذرا غور سے پڑھیے گا کیونکہ یہ نتائج آپ کے تصورات کو ہمیشہ کے لیے بدلنے کی قدرت رکھتے ہیں۔

اسلامی تاریخ کے ایسے واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ:

۱- اسلامی علوم کی تدوین و تالیف، پُرفضا و شاداب مقامات، نہروں کے کنارے یا سایہ دار درختوں کی چھاؤں میں بیٹھ کر نہیں ہوئی بلکہ یہ کام خواہشات کی قربانی دے کر ہوا ہے۔ نیز اس کے لیے سخت گرمیوں میں پیاس کی ناقابلِ برداشت تکالیف اٹھانی پڑی ہیں اور رات بھر ٹمٹماتے چراغوں کے سامنے جاگنا پڑا ہے۔

لیکن ان باتوں سے نہ تو امانت علم متاثر ہوئی اور نہ ہمارے بزرگوں کی دینی مضبوطی میں کوئی فرق آیا۔ ان کی غیرت و خودداری بھی اپنی جگہ پر قائم تھی اور علمی روایات کا فروغ بھی جاری و ساری تھا۔ نیز انہوں نے اپنی عشرت بھری زندگی کے لئے عدل و انصاف کے تقاضے پورے کرنے میں کبھی کسی کوتاہی سے کام نہیں لیا بلکہ ہمیشہ جرأت و شجاعت اور حق گوئی و بے باکی ان کا شعار اور سرمایہ افتخار بنی رہی۔

۲- اگر کوئی حصولِ علم کے لیے پوری کوشش اور جدوجہد سے کام لے، اس راہ میں آنے والے مصائب و آلام کو برداشت کرے اور صعوبتوں اور دشواریوں پر کسی طرح قابو پا لے تو اللہ تعالیٰ اس کی محنت رائیگاں نہیں جانے

دیتا۔ لوگ اس کے واجبی حق کو سلب نہیں کر سکتے اور فوقیت و برتری اس کے قدموں کو چھوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ برتری وغلبہ کے لئے درحقیقت طویل صبر سے گزرنا پڑتا ہے۔

۳- ان واقعات کو پڑھنے کے بعد ہمیں کم از کم اتنا ضرور سیکھ لینا چاہیے کہ نفاق، خوشامدی اور چاپلوسی جیسی ناپاک اور مذموم خصلتوں سے اپنے آپ کو بچائے رکھیں اور یہ یقین رکھیں کہ ''رزق'' کسی بندے کے ہاتھ میں نہیں بلکہ اُس خدا کے قبضے میں ہے جو بڑی شان و شوکت والا اور عظمت والا ہے۔

۴- ان واقعات سے یہ بھی سبق ملتا ہے کہ جب عالمِ دین، حق و انصاف پر مضبوطی کے ساتھ جم جاتا ہے اور اس کی خاطر ہر قربانی دینے کے لیے تیار ہو جاتا ہے تو وہیں نصرت خداوندی کا ظہور عمل میں آتا ہے اور آسمانی کمک اترتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

۵- ان واقعات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حکام کے مال سے دامن بچائے رکھنے کے نتیجہ میں روشن ضمیری، بھلائی پھیلانے، برائی مٹانے، زبان میں تاثیر اور دنیا میں مقبولیت جیسی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔ ڈھیر ساری دولت کے مقابلہ میں تھوڑا سا پاک وحلال مال، رضائے خداوندی کا ذریعہ اور باعث خیر وبرکت ہے۔ جس کسی نے شدید غربت و ناداری اور انتہائی ضرورت و احتیاج کے عالم میں اپنے آپ کو حرام ومشتبہ مال سے بچا لیا، خدا اس کے بدلے میں پاک وحلال مال عطا فرماتا ہے۔ پھر وہ پاکیزہ مال کھاتا ہے اور پاکیزہ بات کہتا ہے۔ خدا اس کے کلام میں نفع اور مقبولیت ڈال دیتا ہے، یہاں تک کہ وہ دوسروں کے لیے شفا اور روح کے لیے حیات نو کا پیغام بن جاتا ہے۔

۶- یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل علم اگرچہ غریب و نادار ہی کیوں نہ ہوں، لیکن اس دنیا سے جانے کے بعد وہ اپنی مہکتی ہوئی سیرت اور چاردانگ عالم میں بھلائی کے ساتھ یاد کیے جانے کی وجہ سے ان لوگوں کی صف میں نظر آتے ہیں جن کے مقابلے میں ان دنیاوی امیروں اور دولت مندوں کی کوئی وقعت نہیں۔ ان کی زندگی بعد میں آنے والوں کے لیے صبر و برداشت کے سلسلہ میں بہترین نمونہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

۷- ان واقعات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ عظیم و بلند پایہ شخصیتیں، علم کی چوٹی پر کس طرح پہنچیں۔ اس وقت ان کی کوئی حوصلہ افزائی نہ تھی اور نہ کہیں سے مالی معاوضہ ملنے کی امید۔ نہ وہ کسی سرکاری عہدے کے منتظر تھے اور نہ کسی دنیاوی ملازمت کے خواہش مند۔ ان کا آخری مقصد اور نصب العین خدمت دین، رضائے الٰہی اور کتاب وسنت کے علم کی نشر واشاعت کا جذبہ تھا۔ جس کی وجہ سے انہوں نے یہ سب مصائب وآلام جھیلے۔ وہ بالآخر اپنے مقصد کے اعتبار سے دنیا میں بھی کامران و کامیاب بن کر چمکے اور آخرت میں خدا کے پاس ان مقدس ہستیوں کے لیے جو اجر وثواب محفوظ ہے وہ اس قدر لامحدود ہے کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور انسان اپنے دل میں اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔

۸- ان واقعات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ کل اور آج کے درمیان زمین وآسمان کا فرق ہے۔ ماضی کے علماء پیدل یا اونٹوں پر سفر کر کے بیابانوں اور بے آب و گیاہ میدانوں کو طے کیا کرتے تھے۔ رات کی مہیب تاریکی ہو یا دن کی چلچلاتی دھوپ، پیادہ چلتے رہنا اور جاں گسل تکالیف اور خطرات کا سامنا کر کے کسی عالم، محدث، فقیہہ یا ادیب کی خدمت میں حاضر ہوکر علم وفن حاصل کرنا اُن کا معمول تھا۔ پھر یہ کمال کہ انہیں نہ اپنی عظمت وبڑائی کا احساس تھا نہ اظہار۔ چنانچہ آپ کو ان کی سیرتوں میں نہ متکبروں کا غرور نظر آئے گا اور نہ شیخی خوروں کی سی ڈینگ۔ حالانکہ آج بہت سے لوگ اس مرض کا شکار ہیں۔

یہ ماضی کے علماء کا حال تھا اور اب خدا کے فضل وکرم سے آمدورفت کے وسائل نہایت آسان اور سہل ہو چکے ہیں۔ دور دراز کے علاقے نزدیک و قریب معلوم

ہوتے ہیں اور زمان و مکان کے فاصلے سمٹ کر رہ گئے ہیں لیکن اس کے باوجود موجودہ دور کے اکثر و بیشتر ''علماء'' کا حال یہ ہے کہ ان کی ہمتیں مردہ، حوصلے پست، دماغی پیداوار کمزور اور لیاقت مفقود ہے۔ اُس پر طرّہ یہ کہ آج ایسے بہت ڈینگ مارنے والے بے شرم لوگ بھی پاکستانی معاشرے میں موجود ہیں جو اپنی حدود سے بہت آگے بڑھ کر اسلاف کو نادان اور کم علم ٹھہرانے پر تلے ہوئے ہیں۔

بھلا ان سے پوچھو کہ کہیں چاند پر مٹی ڈالنے سے چاند غبار آلود ہوا ہے؟ یا وہ خاک ہی ان کے اپنے سروں پر پڑ گئی۔ ایسے لوگوں کو دنیا میں بھی ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ سچ ہے آسمان کا تھوکا اپنے ہی منہ پر آتا ہے۔

ہمارے بزرگوں کی خودداری ہماری گم گشتہ میراث

جس طرح ہمارے بزرگوں کی علمی و فکری تصانیف زمانہ اور حالات کے ساتھ ساتھ معدوم ہوگئی کہ آج ان کا ذکر صرف کتابوں میں ملتا ہے، ان کی اصل تصانیف دستیاب نہیں، اسی طرح ہمارے بزرگوں کی بعض صفات بھی نایاب ہوگئی ہیں۔ ان میں سے ایک صفت جو آج بڑی مشکل سے کسی عالم میں ملتی ہے وہ شانِ خودداری ہے۔

ہمارے بزرگوں نے دوسروں کے سامنے اس لیے ہاتھ نہیں پھیلائے کہ دنیا کو پتہ چلے تو ان کی شہرت ہو بلکہ انہوں نے دوسروں کے سامنے صرف اس لیے ہاتھ نہ پھیلائے کہ جس علم کے حصول کے لیے انہوں نے اتنی تکالیف و مصائب برداشت کیے، وہ علم معاشرے میں حقارت کا شکار نہ ہو جائے۔ لوگ ان کے نظریات و خیالات کو حقیر نہ سمجھنا شروع کر دیں کہ جن کو اپنانے سے انسانِ ناقص، انسانِ کامل میں بدلتا ہے۔ ذلت و رسوائی ہمیشہ سے ہاتھ پھیلانے والوں کا مقدر رہی ہے۔ اس لیے علامہ نے فرمایا:

ہوئی ہے زیر فلک اُمتوں کی رسوائی
خودی سے جب ادب و دیں ہوئے ہیں بیگانہ

آیئے! ذرا امام شافعی سے پوچھیں کہ آپ اپنی جائز ضروریات پوری کرنے کے لیے دوسروں کے سامنے ہاتھ کیوں نہیں پھیلاتے؟ آپ بصورت اشعار اس کا جواب دیتے ہیں، جس کا یہ ترجمہ یہ ہے کہ

''سرندیپ (سری لنکا) کے بادل خوب برس لیں اور تکرور کی کانیں خوب سونا اُگل لیں (مجھے ان میں سے کسی کی پرواہ نہیں)۔ اگر میں زندہ رہا تو روزی کہیں نہیں گئی اور مر گیا تو قبر نہ ملنے کا کوئی سوال ہی نہیں۔ میرا حوصلہ شاہوں کا حوصلہ ہے اور میرا نفس آزاد شریف انسان کے نفس کی طرح ہے جس کے نزدیک کسی سے مانگنا ذلت و رسوائی کے ہم معنی ہے'' (صفحات من صبر العلماء علی شدائد العلم والتحصیل، عبدالفتاح ابوغدۃ، صفحہ 69)

لیجیے! امام شافعی نے تو اپنی خودداری پسِ پشت ڈال کر دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے والے عالم کے اس عمل کو ذلت و رسوائی سے تعبیر فرمایا۔

اسلامی تاریخ شاہد ہے کہ ہمارے بزرگ ہمیشہ سے اسلامی علوم و فنون کی ترقی اور تحفظ کے لیے قربانی دیتے آئے۔ ہمارے اسلاف نے اپنی جائز اور شرعی ضروریات پوری کرنے کے لیے بھی دوسروں کے آگے ہاتھ نہیں پھیلائے۔ ہاتھ پھیلانا تو دور کی بات، انہوں نے ہاتھ پھیلانے سے جان کی قربانی دینے کو احسن جانا۔

فقر و فاقہ پر ناز

فقر و فاقہ ایک ایسا آئینہ ہے جس سے دوسروں کی خودی کی حقیقت واضح نظر آتی ہے۔ شیخ الاسلام مصطفیٰ صبری دولتِ عثمانیہ کے آخری شیخ الاسلام ہیں۔ آپ اپنے دین کو بچانے کی خاطر، ترکی سے ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ وہاں سے جلاوطن ہو کر مصر آئے تو شدید افلاس و ناداری اور فاقہ کشی کا عالم تھا لیکن آپ کی غیرت و خودداری کا یہ حال تھا کہ آپ کسی طرح اپنی پریشانی کا اظہار نہ ہونے دیتے۔ اپنے آپ کو صاف ستھرا رکھتے اور سختیوں کو بڑی ہمت کے ساتھ برداشت کرتے۔ علامہ نے انہی جیسے لوگوں کے لیے کہا ہے:

غریبی میں ہوں محسود امیری
کہ غیرت مند ہے میری فقیری

عالم اسلام کے یہ جلیل القدر عالم مصطفیٰ صبری فرماتے ہیں کہ ’’میں جب سے مصر پہنچا ہوں اسی روز سے ناداری اور تہی دستی کی بنا پر مسلسل فاقہ کشی کر رہا ہوں۔ میری مسلسل فاقہ کشی کا میرے علاوہ کسی دوسرے کو علم نہیں۔ اس لئے کہ میں اسلام کی خاطر جو تکلیفیں برداشت کر رہا ہوں وہ میں ہی جانتا ہوں اور اگر ان مصائب کو برداشت کرتے کرتے میں مر گیا تو کوئی غم نہیں، میرے بعد اسلام زندہ رہنا چاہیے۔ایسا دین زندہ رہنا چاہیے، جسے آج کے مسلمانوں نے اپنی غفلت و لاپرواہی سے ضائع کر رکھا ہے اور انہیں اس کے کسی بھی عہد و پیمان کا لحاظ نہیں‘‘۔

(صفحات من صبر العلماء، صفحہ 113)

دیکھا! آپ نے ہمارے بزرگوں کی خودی کتنی طاقتور تھی۔ ان کے فقر و فاقہ کا لوگوں کو کئی کئی دن تک پتہ نہیں چلتا تھا۔ یہ فقر وفاقہ کو بھی اللہ کی طرف سے تحفہ سمجھتے تھے اور اسے نفس کی تربیت کا ذریعہ بناتے تھے۔ یہ خلوت میں فاقے سے ہوتے مگر جلوت میں جلال و جمال کی کیفیات سے دوسروں کی زندگیاں بدلتے۔ آج زندگیاں اس لیے بھی نہیں بدلتیں کیونکہ ہم خلوت میں پیٹ بھر کر کھانے کے بعد بھی ’’کچھ نہ ہونے‘‘ کا شکوہ زبان پر رکھتے ہیں۔ اسی لیے علامہ نے ہمیں مخاطب ہو کر کہا:

تری دعا سے قضا تو بدل نہیں سکتی
مگر ہے اس سے یہ ممکن کہ تو بدل جائے!
تری خودی میں اگر انقلاب ہو پیدا
عجب نہیں ہے کہ یہ چار سو بدل جائے

آہ! آج کا وارثِ علم

آہ!اسلامی تاریخ کو یہ دن بھی دیکھنا تھے جب اسلامی علوم پڑھ کر ہمارے ’’اسلامی‘‘ معاشرے میں کسی کو قابلِ عزت نوکری نہیں ملتی۔ ملتی ہے تو صرف مسجد میں امامت کی جہاں وہ ساری عمر معاشی پریشانیوں سے آزاد نہیں ہوتا۔

اس عظیم سرمایہ کا یہ وارث جب اپنے ماضی پر نظر دوڑاتا ہے تو اس کا سر فخر سے بلند ہو جاتا ہے مگر حال میں اُسے صرف شرمندگی ہی ملتی ہے۔ آج اسلامی علوم ناقدری کا شکار ہیں۔ ایک وقت تھا جب ملاّ ہونا باعثِ عزت و افتخار سمجھا جاتا تھا۔ آج یہ لفظ گالی سمجھا جاتا ہے۔ کسی کو جاہل یا ناسمجھ کہنا ہو تو اسے ’’ملاّ‘‘ کہہ دیا جاتا ہے۔ آج ہمارا معاشرتی ڈھانچہ ہی اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ اسلامی علوم کے اس وارث کو کوئی قابلِ فخر مقام دے سکے۔ یہ وارث آج صرف نکاح، طلاق، جنازہ، ختم اور امامت ہی کے قابل سمجھا جاتا ہے۔

اس وارثِ منبر و محراب کے اصل مقام سے گر جانے کا ذمہ دار یہ وارث خود بھی اور پاکستان کی گذشتہ تمام حکومتیں بھی ہیں۔ گذشتہ حکومتوں نے صرف اقتدار میں آنے کے لیے عوام کی اسلام سے محبت کو استعمال کیا مگر اسلامی علوم کے تحفظ اور فروغ کے لیے کوئی قابلِ ذکر کام نہ کیا۔ اسلامی علوم کا وارث اس لیے ذمہ دار ٹھہرا کیونکہ اس نے صرف تقریروں اور تحریروں میں اسلاف کے کارناموں کو یاد کر کے سر فخر سے بلند کرنے پر ہی تکیہ کیا مگر ان کارناموں کو جاری رکھنے کی کوئی عملی جدوجہد نہ کی۔ آج کا وارث متنازعہ موضوعات کو ہوا دینے اور اپنی گفتگو کو صرف انہی روایتی موضوعات تک محدود رکھتا ہے۔ مگر کسی بزرگ کی لکھی ہوئی قدیم کتاب کو جدید طرز پر شائع کرنے یا کسی جدید موضوع کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بیان کرنے اور اُسے فروغ دینے کے لئے عملی اقدامات گوارہ نہیں کرتا۔

ہمارے بزرگ کسی بھی صورت علمی سرگرمیوں سے کنارہ نہیں کیا کرتے تھے۔ وہ شہرت پرستی جیسی بیماریوں سے محفوظ تھے۔ ان کا محفوظ ہونا ان پر اللہ کی رحمت کی ایک دلیل تھی اس لیے کہ انہوں نے خلوص نیت سے اسلامی علوم کے ذخیرہ کو اگلی نسلوں تک پہنچانے کا عزم کیا

ہوا تھا اور ایک آج کے وارث ہیں کہ ان علوم کے تحفظ کا کا کوئی معقول انتظام نہیں کر پائے۔

ہمارے اسلاف نے غیر معمولی وسائل کے بغیر اتنا عظیم الشان علمی ذخیرہ تخلیق کیا جبکہ آج کے وارث وسائل کی بہتات کے باوجود اس طرح کی تخلیق کرنے سے نہ صرف قاصر ہیں بلکہ ان کے پاس اتنی بھی صلاحیت نہیں کہ وہ اسے مناسب طریقے سے استعمال کر کے معاشرے کی حالت بہتر بنانے میں کردار ادا کرسکیں۔ وہ علمی ذخیرہ جو اہل اقتدار کی معاونت کے بغیر ہمارے اسلاف کی علم دوستی اور شانِ خودداری کی وجہ سے وجود میں آیا، افسوس آج ہم اس سے کماحقہ فائدہ اٹھانے سے بھی محروم ہیں۔

ایسا اس لیے بھی ہے کہ آج کا وارث اپنے دائرہ اختیار سے باہر رہ کر سوچتا ہے اگر صرف وہ اپنے دائرہ اختیار میں رہنا سیکھ لے تو معاشرہ کی بے شمار پریشانیاں اور خرابیاں دور ہو جائیں۔

افسوس! آج جہاد بالنفس کی کسی کو ضرورت نہیں، سب ''جہاد بالمال'' میں لگے ہوئے ہیں یعنی اپنے مال کو خرچ کرنے کی جدوجہد نہیں بلکہ دوسروں کے مال کو حاصل کرنے کی جدوجہد۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی تلقین آج منبر و محراب کے وارثین صرف عام مسلمانوں کو کرتے نظر آتے ہیں جبکہ ان کی اپنی ذمہ داری اپنی خودداری کو پسِ پشت ڈال کر مال کو جمع کرنا ہے۔

دوسری طرف ہمارے معاشرے کے دیگر طبقات کا علم کے ساتھ سلوک بھی ڈھکا چھپا نہیں۔ آج اگر کوئی MBA یا MCS جیسے علوم سیکھنا چاہے تو ہزاروں روپے دینے پر بھی کوئی ہلکا سا اعتراض نہیں مگر اسلامی علوم پر مبنی کوئی ایک مہینہ کا بھی کورس کروائے تو لوگ اس کی فیس تو دور کی بات مفت میں سیکھنے میں بھی لیت ولعل سے کام لیتے ہیں کیونکہ ان سے صرف ثواب ملتا ہے، اچھی نوکری نہیں۔

آج اسلامی علوم کی یہ ذلت معاشرے میں ''علماء'' کے کردار کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ انہیں اسلامی علوم کو معاشرتی ڈھانچے میں کوئی اہم مقام دلانے کی جدوجہد اہم ہی دکھائی نہیں دیتی۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ آج ہم اسلاف کی علم دوستی کے ان مظاہر کو ازسرنو زندہ کریں، علم سے محبت کریں، علم کو فروغ دیں اور اپنی توانائیاں اور صلاحیتیں دین اسلام کی تعلیمات کو جدید دور کے مطابق پیش کرنے میں صرف کریں۔ وارثینِ منبر و محراب کہلانا آسان مگر اس کے تقاضے پورا کرنا مشکل ہے۔ اس مقام کی بقاء کے لئے ہمیں اپنے کردار کو بھی مضبوط تر کرنا ہوگا، اپنی خودی اور خودداری کو مستحکم کرنا ہوگا۔

منبر و محراب کے حقیقی وارثان وہی ہوتے ہیں جو علم وفکر کو جلا بخشتے ہیں اور اپنے سیرت و کردار سے اسلام کے لئے سربلندی وفخر کا باعث بنتے ہیں نہ کہ وہ جو اپنے کردار کے ذریعے اسلام پر دہشت گردی و انتہاء پسندی کا لیبل لگوانے کے لئے مکروہ سازشیں اور کوششیں کرتے رہتے ہیں۔

تحریک منہاج القرآن الحمدللہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی قیادت میں اسلاف کی علم دوستی کے عملی اظہار کا پیکر ہے۔ اس لئے کہ اس پلیٹ فارم سے علم فروغ پا رہا ہے اور اہل علم کی خدمات اور علمی تخلیق کو امت مسلمہ تک پہنچانے کا فریضہ کماحقہ سرانجام دیا جارہا ہے۔ آج امت مسلمہ کو دنیا بھر میں جو بھی چیلنج درپیش آتا ہے تو تحریک منہاج القرآن کا کردار روایتی مذہبی جماعتوں جیسا ہرگز نہیں ہوتا بلکہ عالمی حالات و واقعات کو مدنظر رکھتے ہوئے اسلام کی امن، سلامتی، محبت اور جدت پر مبنی تعلیمات کو سامنے رکھتے ہوئے کلیدی کردار ادا کیا جاتا ہے۔ دہشت گردی کے خلاف فتویٰ ہو یا اسلامی امن نصاب کی تشکیل۔۔۔ تصوف کا احیاء ہو یا علم و فکر کی ترویج۔۔۔ ہر محاذ پر تحریک منہاج القرآن ہی وقت کی ضرورت کو پورا کرتی نظر آتی ہے۔

ملکی حالات و واقعات

حقائق کیا ہیں۔۔۔؟

عین الحق بغدادی

اس سلسلۂ تحریر میں ملکی سطح پر گذشتہ ماہ پیش آنے والے حالات و واقعات پر ایک تجزیہ پیش کیا جائے گا اور اس تناظر میں ان واقعات کے حقائق جانیں گے کہ ایسا کیوں ہوا؟ ذمہ دار کون ہے؟ خرابی کا تدارک اور حالات کی بہتری کیونکر ممکن ہے؟

شہداء سانحہ ماڈل ٹاون انصاف کے منتظر

17 جون 2014ء۔۔۔ ماڈل ٹاؤن لاہور میں حکومت نے پنجاب پولیس کے ذریعے پاکستان عوامی تحریک و تحریک منہاج القرآن کے سیکرٹریٹ اور سربراہ پاکستان عوامی تحریک شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی رہائش گاہ کا محاصرہ کیا اور بیریئر ہٹانے کے نام پر درجنوں تھانوں کے سینکڑوں پولیس اہل کاروں نے دھاوا بولتے ہوئے اندھا دھند فائرنگ کر کے 14 افراد شہید اور 85 شدید زخمی کردیئے تھے۔

اس سانحہ کی تحقیقات کے لئے جسٹس باقر نجفی کی سربراہی میں حکومت نے جوڈیشل کمیشن قائم کیا جس نے سانحہ ماڈل ٹاؤن کا ذمہ دار براہ راست پنجاب حکومت کو ٹھہرایا مگر حکومت نے اس جوڈیشل کمیشن کی رپورٹ کو پبلک کرنے سے انکار کردیا۔ بعد ازاں سانحہ ماڈل ٹاؤن کیس کی غیر جانبدار تفتیش کیلئے ہماری طرف سے غیر جانبدار جے آئی ٹی تشکیل دینے کا مطالبہ کیا گیا۔ اس پر حکومت نے شہداء کے لواحقین اور ہمیں اعتماد میں لئے بغیر اپنی مرضی کے افسروں پر مبنی JIT تشکیل دے دی۔ گویا جائز تفتیش کے اس مطالبہ پر بھی ہمارے ساتھ دہشتگردی کی گئی اور شہداء کے لواحقین کو غیر جانبدار تفتیش کے قانونی، اخلاقی اور انسانی حق سے بھی محروم رکھا گیا۔

پنجاب کے حکمرانوں کے ذاتی نوکروں پر مشتمل اس جے آئی ٹی نے اپنے مینڈیٹ کے مطابق سانحہ ماڈل ٹاؤن کے ذمہ داروں شریف برادران اور ملوث وزراء کو نہ صرف کلین چٹ دی بلکہ الٹا پاکستان عوامی تحریک کے لوگوں کو مورد الزام ٹھہرایا کہ انہوں نے اپنے لوگ خود ہی قتل کیے ہیں۔

یہ جملہ اقدامات حکومتی بوکھلاہٹ اور اپنے جرم کو چھپانے کی ناکام کوششیں ہیں۔ آج بھی ایک طرف ہمارے کارکنان عدالتوں میں پیشیاں بھگت رہے ہیں اور دوسری طرف حکمرانوں کی ہٹ دھرمیاں اور انصاف کے خون کا عمل بھی جاری و ساری ہے۔ عدالتوں سے ہمیں فیئر ٹرائل بھی نہیں مل رہا جو ہر شہری کا بنیادی حق ہے۔ آئین کا آرٹیکل 10-A کہتا ہے کہ ”ہر شخص کو مقدمہ کی شفاف کارروائی کا حق حاصل ہو گا“۔ افسوس عوامی تحریک اور تحریک منہاج القرآن کو فیئر ٹرائل کا یہ حق نہیں مل رہا۔ عدالتوں میں ہمارے کارکنان کے ساتھ کیا بیت رہا ہے اور عدالتیں کس طرح کی سماعت کررہی

☆ (ڈپٹی ڈائریکٹر میڈیا سیل PAT، MQI) ainulhaq70@gmail.com

ہیں؟ اس حوالے سے پاکستان عوامی تحریک کے رہنماؤں نے محترم خرم نواز گنڈاپور (سیکرٹری جنرل PAT) کی قیادت میں وکلاء کے ہمراہ لاہور پریس کلب میں پریس کانفرنس کرتے ہوئے درج ذیل 15 قانونی و آئینی تحفظات بیان کئے اور وکلاء وانسانی حقوق کی قومی و بین الاقوامی تنظیموں سے ان کے ازالہ کے لئے مدد کی اپیل کی۔

(1) ہماری ہر قانونی درخواست کو قانونی تقاضے پورے کیے بغیر موقع پر ہی مسترد کر دیا جاتا ہے۔

(2) ہماری 90 فیصد درخواستوں پر نوٹس تک جاری نہیں کیے گئے۔

(3) عوامی تحریک کے وکلاء کی غیر موجودگی میں شہادتیں قلم بند کروائی جارہی ہیں۔

(4) قانونی طور پر ناقابل قبول دستاویزات کو عدالتی ریکارڈ کا حصہ بنا دیا جاتا ہے اور اس عمل سے عوامی تحریک کے وکلاء کو بے خبر رکھا جاتا ہے۔

(5) عدالتی ریکارڈ کا حصہ دستاویزات کی نقول عوامی تحریک کے وکلاء کو فراہم کیے بغیر جرح کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔

(6) درجنوں گواہوں اور گواہانِ استغاثہ کی روزانہ کی بنیاد پر شہادتیں قلمبند کی جاتی ہیں اور عوامی تحریک کے وکلاء کو جرح کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔

(7) عوامی تحریک کے وکلاء کو بتائے بغیر اگلے دن کی پیشی پر درجنوں گواہان بلا لیے جاتے ہیں اور پھر موقع پر جرح پر مجبور کیا جاتا ہے، جو قانون شہادت اور مروجہ عدالتی روایات کے برخلاف ہے۔

(8) عوامی تحریک کے وکلاء کی عدم موجودگی میں سرکاری وکیل کے ذریعے آناً فاناً کارروائی مکمل کر لی جاتی ہے۔

(9) پاکستان کی تاریخ کا یہ انوکھا کیس ہے جس میں مقتولین اور مضروبین کو ملزمان بنا دیا گیا اور ان کے ساتھ عدالت کے اندر ٹرائل کے مرحلہ پر مجرموں والا سلوک کیا جارہا ہے۔ پولیس تشدد اور بربریت کا شکار انصاف کے حقدار عوامی تحریک کے 42 کارکنان کو گھنٹوں عدالت میں کھڑا رکھا جاتا ہے اور کمرہ عدالت میں پولیس کے ذریعے انہیں ہراساں کیا جارہا ہے۔ یہ سب جج صاحب کی آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے۔ ہماری بارہا نشاندہی کے باوجود پولیس کی Harassment میں کوئی کمی نہیں آئی۔ یہ رویہ فیئر ٹرائل کے آئینی حق سے متصادم ہے۔

(10) آئین کے آرٹیکل 13 اور ضابطہ فوجداری کے سیکشن 239 کے تحت ایک ہی وقوعہ اور ملزمان کا دو بار ٹرائل نہیں ہوسکتا اور نہ ہی دو بار سزا ہوسکتی ہے مگر سانحہ ماڈل ٹاؤن کیس میں اس قانون کی دھجیاں اڑائی جارہی ہیں۔

(11) دہشت گردی کی عدالت کے یک طرفہ ٹرائل اور دوہری فرد جرم اور دوہرے ٹرائل کے خلاف لاہور ہائیکورٹ سے رجوع کیا مگر یہاں بھی نوٹس تک جاری نہیں کیے گئے اور ہماری درخواستیں مسترد کر دی گئیں۔

(12) سانحہ ماڈل ٹاؤن کیس میں ہماری قانونی درخواستوں کو قابل سماعت ہی قرار نہیں دیا جاتا اور وجہ بتائے بغیر قانونی تقاضوں کو بلڈوز کرتے ہوئے انہیں مسترد کر دیا جاتا ہے۔

(13) پولیس تشدد اور گولیوں کا نشانہ بننے والے عوامی تحریک کے 42 متاثرین جنہیں پولیس نے ملزم ٹھہرا دیا ان میں طالب علم، مزدور، عمر رسیدہ غریب شہری شامل ہیں، ان کا تعلیمی اور معاشی مستقبل تباہ کر دیا گیا ہے اور اب انہیں انصاف دینے کی بجائے انہی مظلوموں کو شہدائے ماڈل ٹاؤن کے قتل کا ذمہ دار ٹھہرانے کی کوشش کی جارہی ہے۔

(14) دہشتگردی کی عدالت II کے جج جن قانونی دلائل پر لاجواب ہو جاتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ آپ ''اوپر'' چلے جائیں، ''اوپر'' جاتے ہیں تو وہ کہتے ہیں گھر چلے جائیں۔ میڈیا اور قوم بتائے کہ ہم انصاف کیلئے کہاں جائیں؟

(15) جو ادارے انصاف اور تحفظ کیلئے قائم کیے گئے تھے وہ ادارے طاقت ور قاتل اور سفاک حکمرانوں سے خوفزدہ ہو کر ظلم کر رہے ہیں۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن کیس میں جج

پریزائیڈنگ افسر بننے کی بجائے پراسیکیوٹر بن چکے ہیں اور کمرہ عدالت میں پراسیکیوٹر، جج والا کردار ادا کررہے ہیں۔ ہم معذرت کے ساتھ کہہ رہے ہیں کہ جج اور پراسیکیوشن ملی بھگت کے ساتھ سانحہ ماڈل ٹاؤن کیس میں انصاف کا خون کررہے ہیں۔ دہشت گردی کی عدالت کو باہر سے کنٹرول کیا جارہا ہے۔ جج صاحب اس کیس کا فیصلہ کرنے کے حوالے سے بہت جلدی میں ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ اپریل سے پہلے پہلے فیصلہ سنانے میں کامیاب ہو جائیں۔ اسی لیے وہ دوران سماعت مسلسل موبائل فون پر ہدایات لیتے رہتے ہیں۔ لہذا آئین کے آرٹیکل 10-A کی روشنی میں سانحہ ماڈل ٹاؤن کیس کا فیئر ٹرائل نہیں ہورہا۔

سربراہ پاکستان عوامی تحریک ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے کہا تھا کہ موجودہ قاتل حکمرانوں کے ہوتے ہوئے ہمیں انصاف نہیں ملے گا، آج ان کا یہ کہا ہوا حرف بہ حرف سچ ثابت ہورہا ہے۔ ہمارے علم میں ہے کہ فیصلے پہلے کیے گئے اور ٹرائل کا تکلف بعد میں ہورہا ہے مگر حکمران اور ان کے حاشیہ بردار کان کھول کرسن لیں کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے شہیدوں کا خون رائیگاں نہیں جائے گا اور نہ ہی اب کسی کو انصاف کا خون کرنے دیں گے۔ ہم آج ایک بار پھر آرمی چیف جنرل راحیل شریف سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ کے حکم پر ایف آئی آر درج ہوئی تھی، اب فیئر ٹرائل اور انصاف کے لیے بھی کردار ادا کریں۔

تحفظ حقوقِ نسواں بل

’’گذشتہ ماہ پنجاب اسمبلی سے تحفظ حقوقِ نسواں کے نام سے ایک بل منظور ہوا ہے، جس میں عورتوں پر تشدد کرنے والے مرد کو 2 دن کے لیے گھر سے بے دخل کرنا، عدالتی حکم پر ٹریکنگ کڑا لگانا، گھریلو تشدد، سائبر کرائم، معاشی، جذباتی اور نفسیاتی استحصال اور بدکلامی جیسے جرائم شامل ہیں‘‘۔

پاکستان ایک اسلامی جمہوری ریاست ہے، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہمارے دین میں عورتوں کے حقوق اور ان کے تحفظ کے قوانین موجود نہیں کہ اس طرح کے قوانین بنانے کی ضرورت پیش آرہی ہے؟ اس بل میں زیادہ تر گھریلو تشدد روکنے پر زور دیا گیا ہے۔ اسلام نے میاں بیوی کے حقوق اور مکمل عائلی زندگی کو واضح اور احسن طریقے سے بیان کیا ہے۔ علاوہ ازیں اسلام کی تعلیمات میں عورتوں کے حقوق کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ عورتوں کے حقوق بارے اسلام کی تعلیمات کیا ہیں؟ اس بارے تفصیلی جاننے کے لئے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی مایہ ناز تصنیف ’’اسلام میں انسانی حقوق‘‘ کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔ اس کتاب میں عورتوں کے انفرادی، عائلی، ازدواجی، سیاسی، قانونی، معاشی، معاشرتی، الغرض تمام حقوق قرآن و حدیث کی روشنی میں تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔

ایک صحابی نے سوال کیا یا رسول ﷺ ہم میں سے کسی پر اس کی بیوی کا کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا جو تم کھاؤ اسے بھی کھلاؤ، جو پہنو اسے بھی پہناؤ، اس کے منہ پر نہ مارو، اسے برے الفاظ نہ بولو اور اسے خود سے الگ نہ کرو، مگر گھر کے اندر ہی۔

عورت کو مرد کا لباس اور مرد کو عورت کا لباس قرار دینے والا اسلام کسی بھی طور بیویوں پر ظلم کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ میاں بیوی کا رشتہ محبت کا رشتہ ہے، اسے قانونی سزاؤں کے ذریعہ قائم نہیں رکھا جا سکتا۔ میاں بیوی کی ناچاقی کی صورت میں خاندان و معاشرے کے معززین مداخلت کر کے معاملات ختم کراتے ہیں۔ اب آج کے ترقی یافتہ دور میں معززین کا کردار اگر پولیس اور حکومت کے منتخب نمائندے ادا کریں گے تو اس سے خیر کی توقع کم اور فساد کی زیادہ ہوگی۔

اگر سخت سزاؤں کے ذریعہ یہ رشتہ قائم رکھا جاسکتا تو خالق کائنات اور محسن انسانیت ﷺ ضرور ایسے قوانین واضح فرماتے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی عورت ناچاقی

کی صورت میں اپنے خاوند کو تھانے میں بند کرائے اور پھر اس کے ساتھ خوش وخرم ازدواجی زندگی گزانے کی متمنی بھی ہو۔ اسلام نے سزاؤں کے جو مراحل بیان کیے ہیں ان میں آخری مرحلہ علیحدگی کا ہے۔ ان حالات میں معاشرے میں سدھار کے لئے ضروری ہے کہ ایک طرف مرد و زن کو تعلیم و آگاہی دی جائے تاکہ وہ ایک دوسرے کے حقوق و فرائض کو سمجھ کر احترام کرنا سیکھیں۔ اس لئے کہ اخروی جزا و سزاء کی آگاہی جس قدر جرائم دور کرتی ہے، دنیاوی سزا اتنا ہی جرائم میں اضافے کا باعث بنتی ہے۔

دوسری طرف غربت اور بے روزگاری کی صورت میں موجود ان اسباب کا بھی قلع قمع کریں جو اکثر گھریلو ناچاقیوں اور تشدد کا باعث بنتے ہیں۔ حکومت نے اس بل کے حوالے سے عجلت کا مظاہرہ کیا ہے۔ اسلام کی حقیقی تعلیمات کو ہی اگر حقیقی معنوں میں فروغ دیا جائے تو معاشرے میں خواتین ایک محفوظ اور عزت والا مقام حاصل کرسکتی ہیں۔ دراصل عورتوں کی عزت و عصمت کی حفاظت اور انہیں ظلم وستم سے بچانا حکومت کا مقصود نہیں بلکہ وہ اس کی آڑ میں اپنے آپ کو لبرل اور سیکولر ظاہر کر کے عالمی قوتوں سے اپنے مالی مفادات سمیٹنا چاہتے ہیں۔ جو حکومت پولیس کے ذریعہ ماڈل ٹاون میں میڈیا کی موجودگی میں عورتوں کو گولیاں مار کر شہید کر دیتی ہے وہ حکومت کس منہ سے عورتوں کے حقوق کی بات کرتی ہے۔ جو حکومت بلدیاتی اداروں میں خواتین کی نمائندگی کم کر رہی ہو وہ خواتین کو ان کے حقوق دینے میں کہاں سنجیدہ ہوسکتی ہے۔۔۔؟

ماں، بہن، بیٹی، بیوی اور معاشرے کی ہر عورت کے حقوق ہیں، جنہیں ہمارے مذہب نے تفصیلاً بیان فرمادیا ہے۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اسلام کے ان بنیادی اصولوں سے قوم کو آگاہی دلائیں، انہیں نصاب تعلیم کا لازمی حصہ بنائیں تاکہ معاشرے میں رہتے ہوئے قوم کا ہر فرد دیگر عورتوں کا بھی احترام کرے اور رشتہ ازدواج میں بندھنے سے پہلے بیوی کے حقوق مقام اور عزت و احترام کو بھی سمجھ سکے۔

میاں بیوی کا ایسا نازک رشتہ ہے جو پیار، محبت، بھلائی اور ایک دوسرے کے احترام کے ساتھ ہی قائم رکھا جا سکتا ہے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ سوائے عزت والے اور برگزیدہ شخص کے بیوی کی عزت کوئی نہیں کرتا اور سوائے ذلیل و کمینے شخص کے اس کی اہانت کوئی نہیں کرتا۔ آپ ﷺ کا یہ فرمان واضح پیغام ہے کہ کیا عورت کی عزت وتحفظ اسلامی قوانین میں مضمر ہے یا آج کے دین سے نابلد حکومت کے بنائے قوانین میں؟

اس تناظر میں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ آزادی وہ نہیں جو انسانی جبلت اور اس کا نفس چاہتا ہے بلکہ آزادی وہ ہے جو رب کے بنائے اصول وضوابط کے مطابق ہے۔ اسلام ہر صورت بھلائی کا درس دیتا ہے کہ میاں بیوی میں ناچاقی کی صورت میں مرحلہ وار اصلاحی پہلوؤں کے باوجود اکٹھا رہنا ممکن نہ ہو تو بھلائی کے ساتھ علیحدگی ہے۔

مذکورہ بل میں سقم موجود ہے جو اصلاح کے بجائے مزید بگاڑ پیدا کرنے کا سبب ثابت ہوگا۔ کیونکہ تحفظِ نسواں کے بل اس سے قبل سندھ اور بلوچستان اسمبلی سے بھی پاس ہو چکے ہیں مگر وہاں جرائم کم نہیں ہوئے؟ اس کی دو وجوہات ہیں:

۱۔ عملدرآمد کروانے والوں کی کوتاہی ۲۔ دین سے دوری

حکومتیں قوانین بنواتی ہیں مگر عملدرآمد سے گریزاں ہیں۔ دین اسلام عین انسانی فطرت کے مطابق ہے لہٰذا دینی اقدار و قوانین کو اجاگر کر کے میاں بیوی کو ایک دوسرے کے قریب لا کر انہیں عزت اور معاشرے کو امن وسکون دیا جائے۔ نہ کہ ایسے بل پاس کروا کر عورت کو مرد سے آزاد کروایا جائے اور اسے بے راہروی کی روش پر ڈال کر اس کا تقدس پامال کرایا جائے۔ یاد رکھیں کہ ہر ایک چیز کی ایک حد ہے اور اللہ رب العزت نے حدود سے تجاوز کرنے والوں کو ظالم قرار دیا ہے۔

دعوت وتنظیم کا بنیادی منصوبہ

ضروری ہدایات

تنویر احمد خان۔ نائب ناظم اعلیٰ تحریک

کسی بھی جماعت یا ادارے کے تمام وابستگان اپنی صلاحیت کے مطابق متحرک اور مفید کردار ادا نہ کریں تو اس جماعت کا اپنے مقاصد اور اہداف کے حصول میں کامیاب ہونا معجزہ ہی ہوسکتا ہے۔تحریک میں یوں تو مختلف سطحوں پر بہت سی دعوتی سرگرمیاں جاری رہتی ہے مگر حقیقی دعوت تب ہی موثر ہوسکتی ہے جب اس کے تمام رفقاء براہ راست دعوتی عمل میں شریک ہوں۔

تنظیمی نظام کار عموی طور پر تین سطحوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

۱۔مرکزی ۲۔وسطی ۳۔بنیادی

❁ مرکزی تنظیم مقاصد کی روشنی میں اہداف کی تشکیل اور منصوبہ سازی کا کام کرتی ہے جبکہ وسطی (ذیلی) تنظیمات بنیادی طور پر یونٹ سطح تک Follow up کرتے ہوئے درج ذیل امور سرانجام دیتی ہیں:

☆ مرکزی منصوبہ سازی اور دیئے گئے اہداف کی روشنی میں ذیلی منصوبہ سازی اور اہداف کی تقسیم

☆ ہدایات کی ذیلی اور بنیادی سطح تک ترسیل

☆ ذیلی سطح سے معلومات کی بالائی سطح تک مربوط رسائی

☆ ذیلی سطح کی سرگرمیوں کے نفاذ کی نگرانی اور اہداف کے حصول کی ذمہ داری

❁ یونٹ تنظیم کی وہ بنیادی سطح ہے جہاں تمام وابستگان کو منظّم کیا جاتا ہے۔کسی بھی جماعت یا تحریک کے استحکام اور تحریک کا انحصار بنیادی یونٹ کے مستحکم اور متحرک ہونے پر ہوتا ہے۔ اگر یونٹ کی بنیادی سطح پر بہتر منصوبہ سازی کے ساتھ مربوط ومنظّم کام کیا جائے تو دعوتی، تربیتی اور تنظیمی میدانوں میں ناقابل یقین اہداف حاصل کئے جاسکتے ہیں کیونکہ اسی سطح پر وابستگان کا غیر وابستگان سے براہ راست اور مسلسل رابطہ ممکن ہوتا ہے۔ ایک نظریاتی تحریک کے طور پر اس بنیادی ترین سطح پر اپنی دعوت کو منظّم کئے بغیر عظیم مقاصد کا حصول امر محال رہے گا۔

اس مقصد کے حصول کے لیے ایک سادہ اور موئثر دعوتی اور تنظیمی منصوبہ تشکیل دیا گیا ہے۔ اگر ہم اپنے تمام وابستگان کو دعوتی عمل میں شریک ومتحرک کرلیں تو ہماری دعوت غیر معمولی طور پر تیزی سے فروغ پاسکتی ہے۔ دعوت وتنظیم کا درج ذیل بنیادی منصوبہ دراصل یونٹ اور اس کے تحت ہونے والے کام سے متعلق ہے۔

ابتداً یہ منصوبہ منہاج القرآن یوتھ لیگ، منہاج القرآن ویمن لیگ اور مصطفوی سٹوڈنٹس موومنٹ میں مکمل طور پر نافذ کیا جارہا ہے۔ تمام فورمز کی تمام تنظیمات اس امر کو یقینی بنائیں گی کہ ہمارے وابستگان اس تنظیمی ودعوتی نظم کا لازمی طور پر حصہ ہوں۔

۱۔معاون حلقہ

دعوت وتنظیم کے اس بنیادی منصوبہ کا پہلا قدم معاون حلقہ کی تشکیل ہے۔جس کا طریقہ کار یہ ہے کہ

☆ ایک یونٹ کے تمام رفقاء کو یونٹ تنظیم پانچ پانچ رفقاء پر مشتمل گروپس میں تقسیم کرے گی۔

☆ پانچ رفقاء پر متعین نگران معاون کہلائے گا۔

☆ یہ رفقاء اور معاون مجموعی طور پر معاون حلقہ کہلائیں گے۔رفقاء اور معاون کی دعوتی کاوشوں کے سبب نئے رفقاء اسی معاون حلقے کا حصہ بنتے چلے جائیں گے۔

☆ رفقاء کی مجموعی تعداد 10 سے تجاوز کرنے پر ایک معاون حلقہ دو حصوں میں تقسیم ہوکر ایک نئے حلقے کو تشکیل دے گا۔ یوں ایک سے دو ہونے والے دونوں معاون حلقوں

میں 5,5 رفقاء اسی دعوتی اور تنظیمی عمل کو جاری رکھیں گے۔

☆ ایک معاون اپنے حلقے کے تمام رفقاء سے رابطہ رکھنے، ان کی دعوتی اور تنظیمی سرگرمیوں کی نگرانی، حوصلہ افزائی اور تربیت کے ساتھ ساتھ جملہ فکری، نظریاتی، دعوتی اور تنظیمی ضروریات میں معاونت کا ذمہ دار ہوگا۔

۲۔رفیق بطور داعی

اس بنیادی دعوتی و تنظیمی منصوبہ کے تحت:

☆ رفیق صرف ماہانہ زر تعاون دینے کے بجائے داعی کے طور پر بھی کام کرے گا۔

☆ معاون اپنے رفیق سے اسکے سماجی روابط دوست ،رشتہ دار، ہمسائے، کاروباری، دفتری، ادارہ جاتی افراد وغیرہ کی فہرست تیار کروائے گا۔

☆ اس طویل فہرست میں سے رفیق دعوت کے لئے صرف دو ایسے افراد کا انتخاب کرے گا جن کو دعوت دینا اس کے لئے آسان ترین ہو۔

☆ یہ دو افراد رفیق کا دعوتی ہدف ہوں گے۔ بنیادی طور پر رفیق فقط ان دو افراد کو خطاب سنوائے گا، قائد تحریک کی کتب مطالعہ کے لیے دے گا، دعوتی سر گرمیوں میں ان دوافراد کی شرکت کو ممکن بنائے گا اور ہر وہ طریقہ اختیار کرے گا جس کے ذریعے مذکورہ زیر دعوت افراد تحریک سے فکری طور پر ہم آہنگ ہو تے ہوئے باقاعدہ شمولیت اختیار کرلیں۔

☆ اس سارے عمل میں معاون ہر ممکن طور پر اپنے زیرنگرانی رفقاء کو معاونت فراہم کرے گا۔ معاون کو اگر کسی رہنمائی کی ضرورت ہوگی تو وہ اپنی بالائی تنظیم سے رابطہ قائم کرے گا۔

☆ رفیق اپنی دعوتی کاوشوں سے جب کسی بھی فرد کو رفیق بنانے میں کامیاب ہوجائے گا تو وہ نیا رفیق اسی معاون حلقے میں شریک ہوکر معاون کی رہنمائی میں ایک نئے دعوتی سفر کا آغاز کردے گا۔

☆ جبکہ پہلا رفیق اپنی ابتدائی فہرست سے ایک مزید فرد کو دعوتی ہدف میں شامل کر کے اپنے زیر دعوت افراد کی تعداد 2 کو برقرار رکھے گا۔

۳۔رفاقت ایک اعزاز

احیائے اسلام کی اس عظیم اور عالمگیر تحریک منہاج القرآن کا حصہ بننا بڑے اعزاز کی بات ہے۔ اس بنیادی دعوتی و تنظیمی منصوبہ کے تحت ایک اقدام یہ ہوگا کہ

☆ جب بھی کوئی شخص نیا رفیق بنے گا تو ہمارا طرز عمل اسے یہ احساس دلائے گا کہ وہ ایک عظیم اخوت کا حصہ بن گیا ہے۔

☆ متعلقہ معاون حلقے یا یونٹ کے تمام افراد نئے رفیق کے اعزاز میں مبارکباد کی تقریب کا انعقاد کریں گے۔ یہ سادہ مگر اہم تقریب کسی بھی رفیق کے گھر یا مناسب جگہ پر رکھی جائے گی۔ یہ قطعا ضروری نہیں کہ متعلقہ تقریب میں کسی قسم کے اخراجات ضرور کیے جائیں۔ سادہ چائے کے اہتمام کے ساتھ بھی اس تقریب کا انعقاد کیا جاسکتا ہے۔

اس تقریب میں نئے رفیق کو اس طرح خوش آمدید کہا جائیگا کہ وہ فکری، تنظیمی اور روحانی طور پر تقویت اور سماجی اعتبار سے اپنے آپ کو پہلے سے بہت بلند محسوس کرے۔

بعدازاں متعلقہ معاون حلقہ یا یونٹ کے رفقاء اپنے نئے بھائی کے گھر جا کر یا اپنے گھر بلا کر انفرادی سطح پر بھی مبارکباد دیں اور اسے کوئی نہ کوئی تحفہ خواہ وہ قائد تحریک کی چھوٹی سی کتاب ہی کیوں نہ ہو، ضرور پیش کریں۔ ہمارے اندر مواخات کا رچاؤ جتنا زیادہ ہوگا ہماری جدو جہد اتنی خالص، موثر اور نتیجہ خیز بنتی چلی جائیگی۔

امید ہے کہ MYL، MSM اور MWL کی جملہ تنظیمات اس بنیادی دعوتی و تنظیمی منصوبہ پر اس کی حقیقی روح کے مطابق عمل کرتے ہوئے عظیم مصطفوی مشن کے فروغ میں اہم کردار ادا کریں گے۔

پاکستان عوامی تحریک کے زیر اہتمام

قومی امن کانفرنس

رپورٹ: محمد شعیب بزمی

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی 65 ویں سالگرہ کی مناسبت سے پاکستان عوامی تحریک کے زیر اہتمام 24 فروری 2016ء کو 'قومی امن کانفرنس' منعقد ہوئی جس کی صدارت محترم ڈاکٹر حسین محی الدین نے کی، جبکہ سابق گورنر پنجاب محترم غلام مصطفیٰ کھر، تحریک انصاف کے راہنما محترم چودھری محمد سرور، مجلس وحدت المسلمین کے سیکرٹری جنرل محترم علامہ محمد امین شہیدی، جماعت اسلامی کے مرکزی رہنما محترم اسد بھٹو، پاکستان مسلم لیگ (ق) کے راہنما محترم میاں عمران مسعود، سینئر کالم نویس محترم قیوم نظامی، پاکستان عوامی تحریک کے سیکرٹری جنرل محترم خرم نواز گنڈاپور، چیف آرگنائزر محترم میجر (ر) محمد سعید، محترم احمد نواز انجم، محترم خواجہ عامر فرید کوریجہ، محترم ساجد بھٹی، محترم بشارت جسپال، محترم فیاض وڑائچ، محترم ڈاکٹر ہرمن، محترم شہزاد نقوی اور دیگر قائدین نے کانفرنس میں خصوصی شرکت کی۔ کانفرنس کے آغاز پر سربراہ پاکستان عوامی تحریک شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی 65 ویں سالگرہ کا کیک کاٹا گیا اور انکی درازیٔ عمر کیلئے دعا کی گئی۔ محترم میجر (ر) محمد سعید (چیف آرگنائزر پاکستان عوامی تحریک) نے استقبالیہ کلمات پیش کرتے ہوئے تمام مہمان گرامی کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے خوش آمدید کہتے ہوئے کانفرنس کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی۔ بعد ازاں کانفرنس میں درج ذیل مقررین نے اظہار خیال کیا:

☆ محترم قیوم نظامی (سینئر صحافی و کالم نگار): میں ڈاکٹر صاحب کی سالگرہ پر آپ تمام کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو صحت و سلامتی عطا فرمائے۔ ڈاکٹر صاحب وہ ہستی ہیں جن کا پاکستان میں وہ احترام نہیں کیا گیا جس کے وہ حقدار ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں تعلیم کا کوئی وقار نہیں۔ جس کے پاس علم ہے اس کے پاس اتھارٹی نہیں اور جس کے پاس اتھارٹی ہے اس کے پاس علم نہیں۔ پاکستان کی تاریخ میں کبھی پڑھی لکھی شخصیات کا احترام نہیں کیا گیا۔ ایسی ہی ایک شخصیت مفسر قرآن، مبصر اسلام اور عظیم محقق ڈاکٹر طاہرالقادری بھی ہیں۔ پاکستان کے قومی لیڈر ان کو اپنے ذاتی مفادات پر کاری ضرب لگنے کے خدشے کی وجہ سے قبول کرنے کو تیار نہیں۔ دہشت گردی و انتہاء پسندی کے خلاف شیخ الاسلام کے اقدامات لائقِ تحسین ہیں۔ دہشت گردی کے سد باب کے لئے ہمیں عسکری ہتھیار کے ساتھ ساتھ نظریاتی ہتھیار کو بھی استعمال کرنا ہوگا۔ اس کے لئے ہمیں ڈاکٹر طاہرالقادری صاحب کو سپورٹ دینا ہوگی کہ وہ یہاں امن کا چراغ جلائیں۔

☆ محترم اسداللہ بھٹو (مرکزی رہنما جماعت اسلامی): میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے ڈاکٹر صاحب کو سالگرہ کی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگ صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں۔ میں نے ان کو قریب سے دیکھا ہے، ان کی

شخصیت اللہ کی عطا ہے۔ آج کی تقریب میں ان کے لئے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو صحت و سلامتی عطا فرمائے۔ یہاں پر جو 14 لوگ شہید ہوئے ان کو آج تک انصاف نہ مل سکا۔ میں عدلیہ سے درخواست گزار ہوں کہ وہ ان کو انصاف دیں۔

☆ چوہدری محمد سرور (سینئر رہنما تحریک انصاف): PAT کے تمام قائدین کو اپنی اور اپنی قیادت کی طرف سے ڈاکٹر محمد طاہرالقادری صاحب کی سالگرہ پر مبارکباد دیتا ہوں اور ان کی صحت و سلامتی اور لمبی عمر کی دعا کرتا ہوں تاکہ وہ امت کے لئے جو کام کررہے ہیں وہ مکمل کرسکیں۔ لوگ سوال کرتے ہیں کہ آپ کا ڈاکٹر طاہرالقادری صاحب کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ آج بتادینا چاہتا ہوں کہ ڈاکٹر طاہرالقادری صاحب کا میرے ساتھ رشتہ عزت و احترام کا ہے۔ 9/11 اور 7/7 کے بعد پورے یورپ میں مسلم کمیونٹی کے لوگ، ان کے کاروبار اور مساجد بھی محفوظ نہ تھیں۔ ان حالات میں ڈاکٹر طاہرالقادری صاحب وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے لندن میں دہشت گردی کے خلاف فتویٰ دیا۔ جس پر مسلمانوں کو تحفظ حاصل ہوا اور اسلام کا صحیح تشخص بحال ہوا۔ گلاسکو میں منہاج القرآن کے ادارے کی میں خود سرپرستی کرتا رہا ہوں جس میں بچوں کو اسلام کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ان کا یہ ادارہ نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر میں مسلمانوں کی خدمت کررہا ہے۔

دہشت گردی و انتہاء پسندی کے خلاف شیخ الاسلام کی خدمات کا ایک زمانہ معترف ہے۔ ہمارے ملک میں عسکری دہشت گرد ہمارے امن کو تباہ کررہے ہیں تو دوسری طرف معاشی دہشت گرد عوام کا خون پی رہے ہیں۔ ہم سب کو مل کر ان کا مقابلہ کرنا ہوگا اور سانحہ ماڈل ٹاؤن کے شہداء کو انصاف فراہم کرنے کے لئے اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔

☆ محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری: تمام دنیا میں پاکستان دہشت گردی کا سب سے زیادہ متاثر ہے اور ہماری افواج اس دہشت گردی کے خلاف جنگ لڑ رہے ہیں، میں ان کی کامیابی پر مبارکباد اور ان کی زندگیوں کے لئے دعا گو ہوں۔ آپریشن کے دوران عظیم قربانیوں پر ہم افواج پاکستان کو سلام پیش کرتے ہیں۔ جب ضرب امن شروع ہوا تو پوری سیاسی قیادت ابہام وتفریق کا شکار تھی مگر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے علی الاعلان افواج پاکستان کا ساتھ دیا۔ یہ جنگ فقط ایک محاذ پر نہیں لڑی جاسکتی اس کو کامیاب کرنا ہے تو ہر محاذ پر لڑنا ہوگا۔ ان دہشت گردوں کو نہ صرف عسکری بلکہ نظریاتی طور پر بھی تیار کیا گیا ہے۔ لہذا یہ جنگ نظریات کی جنگ بھی ہے۔ اس جنگ کو اگر جیتنا ہے تو ان نظریات کے ساتھ جنگ ضروری ہے۔ اس لئے کہ افکار ہی لبرل، انتہا پسند اور دہشت گرد بناتے ہیں۔ غلط افکار کو اس وقت تک ختم نہیں کیا جاسکتا جب تک درست افکار پیش نہ کئے جائیں۔ اس لئے شیخ الاسلام نے اپنی بصیرت اور PAT نے اپنے کردار سے ضرب امن وعلم کا آغاز کیا ہے۔ ضرب عضب کے ذریعے افواج عسکری دہشت گردوں کو جبکہ عام لوگوں میں جو اس دہشت گردی کا بیج بویا جارہا ہے اس کے خاتمے کے لئے ہم ضرب علم وامن کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔

اگر ضرب عضب کے ذریعے افواج پاکستان کامیاب بھی ہوجاتی ہے تو پھر بھی یہ لوگ دوبارہ تیار ہوجائیں گے، اس لئے کہ جب تک اس کے جراثیم ختم نہیں ہوجاتے اس وقت تک ان سے خلاصی نہیں پائی جاسکتی۔ دہشت گردی کی سب سے بڑی وجہ معاشرے میں ناانصافی، غربت و افلاس، بے روزگاری، جہالت اور انتہاء پسندانہ مذہبی تعلیم ہے۔ لہذا ان تمام اسباب کی طرف متوجہ ہوئے بغیر دہشت گردی پر قابو پانا ناممکن ہے۔ دہشت گردی کے خلاف لڑی جانے والی جنگ میں سیاسی قیادت کا کردار افواج پاکستان کے کردار کے بالکل برعکس ہے۔ اس رویہ سے یہ جنگ نہیں جیتی جاسکتی۔ پاکستان کا کرپٹ نظام، غربت اور بے روزگاری دراصل دہشت گردی کو جنم دیتے ہیں۔

پاکستان میں امیر وغریب کی طبقاتی تقسیم کے ساتھ ساتھ تعلیم کا نظام بھی طبقاتی ہے۔ امیر وغریب کے لئے الگ

الگ نظام ہائے تعلیم موجود ہیں۔ مدارس بھی ہمارے نظام تعلیم میں سے ہیں جو بچوں کو رہائش، کھانا اور تعلیم مفت دیتے ہیں۔ ایک غریب اپنے بچوں کو اس لئے مدرسہ نہیں بھیجتا کہ دین کی تعلیم ملے گی بلکہ وہ غربت کی وجہ سے یہاں بھیجتے ہیں۔ اب اگر ان مدرسوں سے کوئی دہشت گرد بن کر نکلتا ہے تو اس کی ذمہ داری حکومت پر ہے۔ اس لئے کہ حکومت نے معاشرے سے غربت و جہالت ختم کرنے کے لئے خاطر خواہ اقدامات نہیں کئے۔ یہ مدرسے ایسے نہ تھے جیسے آج ہیں۔ اس لئے کہ اسلام کی تاریخ گواہ ہے کہ یہی مدرسے تھے جن سے بڑے بڑے امام، فقہاء، سائنسدان اور ریاضی دان پیدا ہوئے۔ امام جعفر صادق سے پڑھ کر ایک طرف فقہ کے امام ابوحنیفہ اور ایک طرف سائنس کے امام جابر بن حیان پیدا ہوئے۔

برصغیر میں حکومت برطانیہ نے مسلمانوں کے اعلیٰ نظام تعلیم اور مسلمانوں کو کمزور کرنے کے لئے اپنے علیحدہ تعلیمی ادارے قائم کئے اور مدرسوں سے فارغ التحصیل طلبہ کے لئے ملازمتوں کے دروازے بند کردیئے۔ اس دور میں سرسید احمد خان نے علی گڑھ یونیورسٹی کی بنیاد رکھی۔ اگر وہ یہ ادارے نہ بناتے تو اس ملک کے قیام کے لئے قیادت تیار نہ ہوتی۔ پھر علامہ اقبال کا دور آیا تو اس دور میں بھی ملاّ و پیر ہر ایک اپنی بات کررہا تھا، انہوں نے علوم دینیہ وعصریہ کو جمع کرنے کی بات کی مگر لوگوں کو ان کی بات سمجھ نہ آئی۔

پھر تیسرا دور آیا جب روس نے افغانستان پر قبضہ کیا تو اس وقت پاکستان میں تیزی کے ساتھ مدارس قائم کئے گئے۔ ان مدارس میں دین کو بیچا جانے لگا۔ کیونکہ لوگ بے روزگاری، غربت کی وجہ سے اپنے بچوں کو وہاں بھیجتے۔ اس وقت ڈاکٹر طاہرالقادری نے آواز اٹھائی کہ مدرسہ نہیں چاہئے بلکہ ایسے ادارے بنائے جائیں جس میں دینیہ وعصریہ علوم کو اکٹھا پڑھایا جائے۔ جس طرح اس وقت کے لوگوں نے سرسید و اقبال کو ماننے سے انکار کردیا تھا، اسی طرح آج ڈاکٹر طاہرالقادری کی اس بات کو بھی ماننے سے انکار کردیا گیا۔

وزارت داخلہ کے مطابق آج غیر ملکی فنڈ لینے والے مدارس صرف پنجاب میں 147، بلوچستان میں 30، KPK میں 12 اور سندھ میں ایک مدرسہ براہ راست بیرونی امداد سے چل رہے ہیں۔ دہشت گردی کو پالنے کے لئے 147 مدارس پنجاب میں بنائے گئے، اس کے لئے آپریشن بھی پنجاب میں ہونا چاہئے مگر افسوس کہ اس طرح نہیں ہورہا کیونکہ ان 147 مدارس کی نگرانی براہ راست حکومت کرتی ہے وہ ان دہشت گردوں کو پولیس میں بھرتی کرکے عوام پر دہشت گردی مسلط کرتی ہے۔ 1995ء میں ڈاکٹر صاحب نے آواز بلند کی تھی کہ مدرسوں کی بیرونی فنڈنگ بند کردو، یہ قوم سے افکار چھین لے گی۔ اس وقت ان کی بات نہ مانی گئی اور آج اس کا خمیازہ پوری قوم بھگت رہی ہے۔

آج بے روزگاری کی وجہ سے مدرسوں میں جانے اور وہاں سے پڑھ کر فارغ التحصیل ہونے والوں کے لئے جاب کے دروازے بند ہیں، اس سے ان کے اندر مایوسی پیدا ہوتی ہے۔ ان کی مجبوری ختم کرنا حکومت کا کام ہے۔ جب حکومت اس جانب متوجہ نہیں ہوتی تو وہ اپنی معاشی مجبوریوں کی وجہ سے انتہا پسندانہ اقدام اٹھانے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہرالقادری کا دہشت گردی کے خلاف فتویٰ اور 24 کتب نصاب کو قومی نصاب کا حصہ بنایا جائے۔ مدارس کی بیرونی فنڈنگ کو روکا جائے۔ اعلیٰ سطح پر ایسا انسٹی ٹیوشن بنایا جائے جس میں مدارس میں پڑھانے والوں کو امن کی ٹریننگ دے کر سرٹیفکیٹ دیا جائے اور اس سرٹیفکیٹ کے حامل علماء کو امامت و خطابت کی اجازت دی جائے۔ مدارس سے فارغ التحصیل طلباء اور علماء کے لئے قرضہ فراہم کیا جائے تاکہ وہ خود روزگار کے قابل ہوسکیں۔

☆ محترم علامہ امین شہیدی (سینئر راہنما مجلس وحدت المسلمین): جب مظلوم، مظلوم بننے کیلئے تیار ہو تو ظالم کو پنپنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ یہ ظالمانہ نظام، عدل فراہم نہیں کرسکتا کیونکہ اس نظام کی جڑیں ظلم اور کرپشن سے پھوٹتی ہیں۔ بے گناہوں کے گلے کاٹنا ہی دہشتگردی نہیں بلکہ کروڑوں عوام کو تعلیم، روزگار، انصاف سے محروم رکھنا بھی دہشتگردی ہے۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن پر بننے والے جوڈیشل کمیشن کی رپورٹ جاری کیوں نہیں ہو رہی؟ بیگناہوں کا یہ خون رائیگاں نہیں جائے گا۔ اس ظالم نظام کو بدلنے کی جدوجہد ناگزیر ہوگئی۔ آج علمی وفکری دہشت گردی، عسکری دہشت گردی سے زیادہ خطرناک ہے۔ میں ڈاکٹر صاحب کی شخصیت کو نظام بدلنے کے لئے جدوجہد پر خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ اس ملک کے مخلص جب تک اس ظالم نظام کے خلاف کھڑے نہیں ہوتے اس وقت تک ملک میں تبدیلی واقع نہیں ہوسکتی۔ آج ملک کا بھلا چاہنے والوں کو ڈاکٹر طاہرالقادری کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے مل کر اس ظالم نظام کا مقابلہ کرنا ہوگا۔

☆ میاں عمران مسعود (مرکزی راہنما مسلم لیگ ق): میں محترم ڈاکٹر حسین محی الدین کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ جو vision انہوں نے پیش کیا ہے ہم بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔ اب وقت آ گیا ہے کہ کوئی عالمی امن کی بات کرے۔ اللہ کی رحمت سے اس ملک کے اندر اس کے لئے واحد فرد ڈاکٹر طاہرالقادری ہیں جو حقیقی معنوں میں امن کے فروغ کے لئے کردار ادا کررہے ہیں۔ شیخ الاسلام کی علمی وفکری خدمات کی بناء پر آج ایک روشن خیال اور محبّ وطن نوجوانوں کی کھیپ علم وعمل اور سیرت وکردار سے آراستہ ہوکر میدان عمل میں اتر رہی ہے۔

☆ غلام مصطفی کھر (سابق گورنر پنجاب): میں ڈاکٹر طاہرالقادری صاحب کی شخصیت سے متاثر ہوں اور اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ کوئی شخص ایسا ہے جو ملک وقوم کی حقیقی معنی میں خدمت کررہا ہے۔ آپ کی شخصیت کا خاصہ ملک کی تعمیر وفلاح کے لئے ہمہ وقت ہر پہلو سے مصروف عمل رہنا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کمال شخصیت ہیں، میں نے زندگی میں بڑے بڑے مقرر و لیڈر دیکھے ہیں لیکن جب وہ تقریر کرتے ہیں تو لوگ اٹھ کر چلے جاتے ہیں مگر ڈاکٹر صاحب کو لوگ دس دس گھنٹے بیٹھ کر سنتے رہتے ہیں۔ تقریر کرنا کوئی بہت بڑا آرٹ نہیں، بہت سے لوگ کرسکتے ہیں مگر اصلی اور جعلی لیڈر کی پہچان یہ ہے کہ جعلی لیڈر کی تقریر ختم ہوتے ہی لوگ بھول جاتے ہیں جبکہ اصلی لیڈر کی تقریر دل پر تحریر ہوتی ہے۔ وہ لوگ جو قوموں کی تقدیر بدل دیتے ہیں وہ روز روز پیدا نہیں ہوتے۔

میں قوم کے ان بزرگ اور بہنوں کو سلام پیش کرتا ہوں جنہوں نے ڈاکٹر صاحب کی کال پر لبیک کہا اور میدان عمل میں نکلے۔ ان شاء اللہ ان کی قربانیاں ضائع نہیں جائیں گی اور دنیا وآخرت میں آپ ضرور کامیاب ہوں گے۔ میں امید کھو بیٹھا تھا کہ کوئی ملک کی تقدیر بدل سکے مگر اللہ نے ڈاکٹر صاحب جیسی قیادت عطا کی جس میں لیڈر شپ کی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ اس ملک کی تعمیر وترقی کے لئے ڈاکٹر طاہرالقادری کی شخصیت سے بہتر اور ان کے کارکنان سے بہتر کوئی نہیں ہے۔

☆ خرم نواز گنڈا پور (جنرل سیکرٹری PAT): میں جملہ معزز مہمانان گرامی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ پاکستان عوامی تحریک ان مجاہدوں کا مجموعہ ہے جنہوں نے حکومتی دہشت گردی کے خلاف کھڑے ہونے کی وہ تاریخ رقم کی جو پاکستان کی تاریخ میں کوئی رقم نہ کرسکا۔ ہمارے کارکنان اپنے قائد کے زیر قیادت ریاستی جبر کے مقابلے میں خم ٹھونک کے کھڑے ہوئے اور آج بھی کھڑے ہیں۔ ہمارا راستہ انقلاب ہے اور انقلاب آ کر رہے گا۔ ہمارے شہیدوں کا خون رنگ لائے گا اور ہم ان حکمرانوں سے ان شاء اللہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نجات حاصل کرکے دم لیں گے۔

پاکستان عوامی تحریک یوتھ ونگ کے زیر اہتمام ضرب امن مہم کی افتتاحی تقریبات

راولپنڈی: ضرب امن کانفرنس

پاکستان عوامی تحریک یوتھ ونگ کے زیر اہتمام مورخہ 21 فروری 2016ء کو ملک گیر ضرب امن دستخطی مہم کی افتتاحی تقریب راولپنڈی آرٹس کونسل ہال میں منعقد ہوئی جس کی صدارت محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے کی جبکہ مرکزی سیکرٹری جنرل محترم خرم نواز گنڈا پور، مرکزی صدر یوتھ محترم مظہر علوی، محترم منصور قاسم اعوان سیکرٹری جنرل یوتھ لیگ، سینئر کالم نویس محترم مظہر برلاس، محترم راحت کاظمی، محترم عمر قریشی، محترم انعام مصطفوی، محترم ازہر اکبر، محترم فاران شاہد، محترم رائے ساجد، محترم غلام علی، محترم وسیم خٹک، محترم چوہدری علی رضا، محترم قاضی مجیب، محترم محمد رضا طاہر، محترم حاجی فرقان حسین، شمالی پنجاب کے صدر محترم بریگیڈیئر (ر) محمد مشتاق، محترم شہزاد نقوی اور محترم عدنان جاوید نے خصوصی شرکت کی۔

محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میں ضرب امن مہم شروع کرنے اور ٹریننگ ورکشاپس کے ذریعے کثیر تعداد میں Peace Workers بنانے پر عوامی تحریک یوتھ ونگ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ دہشتگردوں کے ہمدرد حکمران فوج کی ضرب عضب اور شیخ الاسلام کی ضرب امن مہم کی وجہ سے خوفزدہ اور تکلیف میں ہیں۔ ضرب عضب کے نتیجے میں دہشتگردی کی واقعات میں کمی آئی تاہم دہشتگردوں کے باطل نظریات صرف ٹینکوں اور توپوں کی بمباری سے نہیں بلکہ یکساں نظام تعلیم کو نافذ کرنے، انصاف اور روزگار دینے اور ضرب علم و امن سے ختم ہونگے۔

سیاسی انتہا پسند حکمران نوجوانوں کے روشن مستقبل کے قاتل ہیں۔ ڈالر اور ریال پاکستان میں دہشتگردی ختم نہیں ہونے دے رہے۔ ظالم نظام سے لڑتے ہوئے صرف عوامی تحریک اور منہاج القرآن کے کارکنوں نے جانیں دیں۔ قاتل بھی جانتے تھے کہ اصل انقلابی یہی ہیں، باقی کافی اور چاکلیٹ سے بہلنے والے ہیں۔ معاشرہ کے اندر موجود ظلم اور انتہا پسندی کے رجحانات ختم کئے بغیر دہشتگردی ختم نہیں ہوگی۔ عوام جاننا چاہتے ہیں حکمرانوں نے پاکستان کے آئین کو کھلے عام گالیاں دینے والوں کو کھلا کیوں چھوڑ رکھا ہے۔ دھرنے کے دوران گھروں میں ٹی وی کے سامنے بیٹھ کر شیخ الاسلام کے موقف کو درست کہنے والے اس ظالم نظام کے خلاف جدوجہد میں حصہ ڈالتے تو قوم آج ظلم برداشت نہ کر رہی ہوتی۔ کچھ لوگوں کے رونے دھونے سے اللہ تعالیٰ قوموں کی تقدیر تبدیل نہیں کرتا، اس کیلئے ہر فرد کو اپنے حصے کا سچ بولنا ہوگا۔

محترم خرم نواز گنڈا پور (سیکرٹری جنرل PAT) نے کہا کہ ضرب امن وطن عزیز سے انتہا پسندانہ افکار و نظریات کے خاتمے کا باعث بنے گی اور ان شاء اللہ اس وطن سے دہشت گردی کا خاتمہ ڈاکٹر طاہرالقادری کے دیئے ہوئے نصاب امن پر عمل پیرا ہونے سے ہوگا۔ منہاج القرآن یوتھ لیگ اس سلسلے میں ہراول دستے کے طور پر کردار ادا کر رہی ہے۔

تقریب سے خطاب کرتے ہوئے مرکزی صدر منہاج القرآن یوتھ محترم مظہر محمود علوی نے کہا کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے عالمی سطح پر دہشت گردی و انتہاء پسندی کے خلاف علمی و فکری خدمات کے ذریعے دنیا بھر میں اسلام کا تشخص بحال کیا۔ اسی سلسلہ میں اب شیخ الاسلام نے علمی، فکری اور نظریاتی محاذ پر ایک بھرپور ملک گیر مہم ضرب امن کا اعلان بھی کر دیا جس کے ذریعے منہاج القرآن یوتھ لیگ اور جملہ تمام فورمز کے کارکنان گھر گھر جا کر عوام الناس سے قرار داد امن پر دستخط لے کر انہیں اسلام کی امن، محبت، رواداری اور اعتدال پر مبنی حقیقی تعلیمات سے آگاہ کرتے ہوئے دہشت گردی اور انتہاء پسندی کی نظریاتی بیخ کنی کے لئے اہم کردار ادا کریں گے۔

کراچی: ضرب امن سیمینار

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی سرپرستی میں تحریک منہاج القرآن کی انتہاپسندی اور دہشت گردی کے خلاف فکری، شعوری اور عملی جدوجہد 'ضرب امن مہم' کے سلسلے میں منہاج القرآن یوتھ لیگ کراچی نے سندھ سکاؤٹس آڈیٹوریم میں 27 فروری 2016ء کو ضرب امن سیمینار کا انعقاد کیا جس کی صدارت تحریک منہاج القرآن کے صدر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے کی۔ سیمینار میں تحریک منہاج القرآن سندھ کے سرپرست الحاج ڈاکٹر خواجہ محمد اشرف، تحریک منہاج القرآن کراچی کے امیر قاضی زاہد حسین، ناظم مرزا جنید علی، مرکزی کور کمیٹی پاکستان عوامی تحریک کے ممبر ڈاکٹر ایس ایم ضمیر، پاکستان عوامی تحریک کراچی کے صدر سید علی اوسط، سیکرٹری جنرل راؤ کامران محمود، سید ظفر اقبال، صفدر قریشی، راجہ زاہد، قیصر اقبال قادری، عدنان رؤف انقلابی، سیکرٹری انفارمیشن الیاس مغل، منہاج ویمن لیگ کی صدر رانی ارشد، ارم قیصر، تسبیحہ شفیق، لبنٰی مہاجر، رانا نفیس، زاہد لطیف، بشیر خان مروت، عرفان یوسف، عماد الدین، مسعود احمد عثمانی، صدر یوتھ لیگ کراچی راؤ محمد طیب، حاجی اقبال، آصف پی پی، حافظ محمد عثمان، شاہد ملک، تحریک منہاج القرآن، پاکستان عوامی تحریک، منہاج القرآن یوتھ لیگ اور منہاج القرآن ویمن لیگ کی صوبائی وشہری قیادت سمیت کارکنان اور خواتین وحضرات کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ یوتھ لیگ کراچی کے سیکرٹری جنرل فہیم لودھی نے استقبالیہ کلمات ادا کرتے ہوئے شرکاء کو خوش آمدید کہا۔

سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے کہا کہ پاک افواج ضرب عضب کے ذریعے ملک وملت کی سرحدوں کی حفاظت کیلئے دہشتگردی کے خلاف لڑ رہی ہیں، جبکہ تحریک منہاج القرآن ضرب امن کے ذریعے ملک کی فکری ونظریاتی سرحدوں کی حفاظت کر رہی ہے۔ ضربِ علم و امن پاکستان سے مذہبی و سیاسی دہشتگردی اور انتہاپسندی کے خاتمے کی مہم ہے۔ حکومت بیرون ملک کی حکومتوں اور تنظیموں کی فنڈنگ سے چلنے اور انتہاپسندی کو فروغ دینے والے مدارس کو کنٹرول کرنے میں ناکام ہو چکی ہے۔ حکمرانوں نے نیشنل ایکشن پلان کو ناکام ایکشن پلان بنا دیا ہے۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن کی 14 لاشیں اور سو سے زائد زخمی آج بھی نیشنل ایکشن پلان اور رینجرز آپریشن کی راہ تک رہے ہیں۔ انتہاپسندی اسلام اور پاکستان کیلئے زہر قاتل ہیں۔ امید کی کرن ہیں ڈاکٹر طاہرالقادری ہیں جنہوں نے جان ہتھیلی پر رکھ کر دہشت گردوں کو للکارا ہے۔ ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے فروغِ امن اور انسدادِ دہشتگردی کے قومی نصاب کے ذریعے نسلِ نو کو انتہاپسندی سے دور کیا اور انہیں امن کا داعی بنایا ہے۔ ہم افواجِ پاکستان کی دہشت گردی کے خلاف قربانیوں کو سلام پیش کرتے ہیں۔ دہشت گردی کے خلاف پاکستان عوامی تحریک اور تحریک منہاج القرآن کا بچہ بچہ پاک فوج کے شانہ بشانہ ہے۔

منہاج القرآن یوتھ لیگ کے مرکزی صدر مظہر محمود علوی نے سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ نوجوان امن کا پیغام لیکر ہر فرد کے پاس جائیں۔ پاکستان کے 50 لاکھ نوجوانوں کو ضرب امن مہم میں شامل کیا جائے گا تاکہ معاشرے سے انتہاپسندی کا خاتمہ ہو سکے۔ دہشت گردی کے خلاف جدوجہد میں ضرب عضب جسم ہے اور ضرب امن روح کی حیثیت رکھتی ہے۔ لہذا ضرب عضب کے ساتھ ضرب امن کی اہمیت اسی قدر ہے جتنی ضرب عضب کی ہے کیونکہ ضرب عضب سے دہشت گردوں کا صفایا ہو رہا ہے جبکہ ضرب امن سے دہشت گردی کی سوچ کا صفایا کیا جائے گا۔

وفاقی اردو یونیورسٹی کے پروفیسر محترم خیال آفاقی نے کہا کہ شیخ الاسلام جیسی شخصیات صدیوں بعد خوش نصیب اقوام کو نصیب ہوتی ہیں، قوم ان کی قدر کرے۔ سیمینار کے اختتام پر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے ضرب امن کی دستخط مہم کا افتتاح کیا۔ منہاج القرآن یوتھ لیگ کراچی کے صدر راؤ محمد طیب نے اختتامی کلمات ادا کیے۔ ❀❀❀❀

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی 65 ویں سالگرہ
دنیا بھر میں پُروقار تقریبات کا انعقاد

امسال شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی 65ویں سالگرہ کی مناسبت سے 19 تا 24 فروری پاکستان سمیت دنیا بھر میں موجود کارکنان، تنظیمات اور وابستگان نے پروقار تقریبات کا اہتمام کیا۔ ان تقریبات میں شیخ الاسلام کی صحت، سلامتی اور درازی عمر کے لئے خصوصی دعائیں کی گئیں۔ اس سلسلہ میں منعقدہ امن سیمینار، دعائیہ تقریبات اور کانفرنسز میں مقررین نے فروغ امن اور انسداد دہشت گردی میں شیخ الاسلام کے کردار اور آپ کی جملہ علمی، تحقیقی، سیاسی، فلاحی، بین المذاہب ہم آہنگی اور عالمی امن کیلئے کی جانیوالی کوششوں کوخراج تحسین پیش کیا۔ اندرون و بیرون ملک منعقدہ ان تمام تقریبات کی تفصیلات کیلئے www.minhaj.org پر ملاحظہ فرمائیں۔ تاہم چند تقاریب کا مختصر احوال نذرِ قارئین ہے:

محفل حسنِ قرأت ونعت اور محفل سماع

☆ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی 65 ویں سالگرہ کے موقع پر 19 فروری 2016ء دن کا آغاز قرآن خوانی، صحت و سلامتی کی دعاؤں اور بکرے صدقے کرنے کی تقریب سے ہوا۔ بعد ازاں مرکزی سیکرٹریٹ، شریعہ کالج، منہاج یونیورسٹی، گرلز کالج، آغوش کمپلیکس بغداد ٹاؤن کے جملہ سٹاف ممبران کی الگ الگ تقریبات منعقد ہوئیں جن میں مجموعی طور پر بذریعہ قرعہ اندازی خوش نصیب احباب میں عمرہ کے چھ ٹکٹ تقسیم کئے گئے۔ ان تقریبات کی صدارت محترم ڈاکٹرحسین محی الدین نے کی اور ان خوش نصیب افراد کو مبارکباد پیش کی۔

☆ بعد از نماز عشاء مرکزی سیکرٹریٹ میں عظیم الشان محفل حسن قرات ونعت اور محفل سماع کا اہتمام کیا گیا۔ جس کی صدارت محترم ڈاکٹرحسین محی الدین قادری نے کی۔ تقریب میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے بذریعہ ویڈیو لنک شرکت کی۔ اس تقریب میں جملہ مرکزی قائدین، سٹاف ممبران، رفقا و کارکنان اور خواتین وحضرات نے خصوصی شرکت کی۔ محترم قاری نور احمد چشتی نے تلاوت کلام حمید اور محترم قاری محترم امجد علی بلالی، محترم نوازش علی، محترم ظہیر احمد بلالی نے نعت رسول مقبول پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ محترم صابر کمال وٹو، محترم غلام حیدر مصطفوی، ویمن لیگ اور منہاج ٹی وی نے تحریکی ترانے پیش کئے۔ محترم افضل نوشاہی نے محترم الطاف حسین شاہ کا نیا کلام پیش کیا۔ اس موقع پر اشفاق علی اور ہمنوا نے قوالی پیش کی۔

پروگرام کے مہمان خصوصی محترم ڈاکٹر ہرمن نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر طاہرالقادری صاحب کی شخصیت ہمہ جہت ہے جن کی خدمات کو صدیوں یاد رکھا جائے گا۔ ڈاکٹر طاہرالقادری صاحب واحد شخصیت ہیں جنھوں نے امن اور بین المذاہب رواداری کے لئے اہم کردار ادا کیا۔ ان کے اس کردار کی وجہ سے دنیا میں امن کا چراغ روشن ہوا۔ میں ان کی لمبی عمر اور صحت وسلامتی کے لئے دعا گو ہوں۔

منہاج انٹرنیٹ بیورو نے شیخ الاسلام کو 65 ویں سالگرہ کے موقع پر انکے خطابات پر مشتمل نئی ملٹی میڈیا ویب سائٹ www.deenislam.com کا تحفہ پیش کیا، جس کا افتتاح محترم ڈاکٹرحسین محی الدین قادری نے کیا۔ تقریب کے اختتام پر محترم ڈاکٹرحسین محی الدین قادری نے شیخ الاسلام کی صحت، سلامتی اور درازی عمر کیلئے خصوصی دعا کی۔

شہدائے انقلاب کی فیملیز کی قائد ڈے تقریب میں خصوصی شرکت

منہاج القرآن ویمن لیگ نے 15 فروری 2016ء کو شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہرالقادری کی 65 ویں سالگرہ کے موقع پر قائد ڈے کی تقریبات کا آغاز کیا تھا۔ اس سلسلے کی تیسری تقریب شہدائے انقلاب کی فیملیز کے ساتھ مورخہ 17 فروری 2016ء کو منعقد ہوئی جس میں سانحہ ماڈل ٹاؤن کی شہیدہ تنزیلہ امجد کی بیٹی بسمہ امجد نے سالگرہ کا کیک کاٹا۔ تقریب میں ناظمِ اعلیٰ تحریک منہاج القرآن محترم خرم نواز گنڈا پور، پاکستان عوامی تحریک کے چیف آرگنائزر محترم میجر (ر) محمد سعید، شہید غلام رسول کی بیوہ، شہید محمد عمر کی والدہ، شہید غلام رسول کی بہن، مسز تنویر قریشی شہید، شہید صوفی اقبال کے بیٹے سمیت منہاج القرآن ویمن لیگ کی مرکزی قائدین اور کارکنان شریک تھیں۔

شہید تنزیلہ امجد کی بیٹی محترمہ بسمہ امجد نے اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہماری جانیں اپنے قائد شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری پر قربان ہیں۔ وہ پاکستان کے 19 کروڑ عوام کے حقوق کی جنگ لڑ رہے ہیں اور اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر دہشت گردوں کو للکار رہے ہیں۔ ملک میں امن لانے کیلئے سفیرِ امن ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی خدمات سنہرے حروف سے لکھی جائیں گی۔ اس موقع پر بسمہ امجد نے شہدائے ماڈل ٹاؤن کو انصاف دلانے کیلئے آرمی چیف، چیف جسٹس آف پاکستان، انسانی حقوق کی تنظیموں اور میڈیا سے کردار ادا کرنے کی اپیل کی۔

اس موقع پر تحریک منہاج القرآن کے ناظمِ اعلیٰ محترم خرم نواز گنڈاپور، پاکستان عوامی تحریک کے چیف آرگنائزر محترم میجر (ر) محمد سعید اور منہاج القرآن ویمن لیگ کی مرکزی رہنماؤں نے خطابات کرتے ہوئے کہا کہ انقلاب کے شہیدوں کو کبھی نہیں بھلا سکتے۔ قاتلوں سے قانون کے مطابق قصاص لیں گے۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن میں ملوث دہشت گرد اور قاتل بچ نہیں سکیں گے۔ پاکستان میں امید کی روشن ترین کرن شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری ہیں۔ جب دہشت گردی سے اسلام اور پاکستان کا چہرہ مسخ ہو رہا تھا تو آپ کی جرات مندانہ آواز نے دنیا کی سوچ بدل دی۔ انتہا پسندی اسلام اور پاکستان دونوں کیلئے زہر قاتل ہے۔ شیخ الاسلام نے جرأت سے کام لے کر مٹھی بھر لوگوں کی زہریلی فکر سے انسانیت کو بچانے کا فریضہ انجام دیا ہے۔

مرکزی تعلیمی ادارہ جات کے زیر اہتمام خصوصی تقاریب

☆ منہاج یونیورسٹی ٹاؤن شپ لاہور میں 19 فروری کو تمام تعلیمی اداروں کا مرکزی پروگرام ہوا جس کی صدارت محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے کی۔ اس تقریب میں اساتذہ اور طلبہ و طالبات نے شرکت کی۔ طلبہ نے اپنی تقاریر کے ذریعے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی علمی، فکری، نظریاتی اور سیاسی خدمات کو اپنے اپنے انداز میں بیان کیا اور تحریکی ترانے بھی پیش کئے۔ مہمان خصوصی محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے قائد انقلاب کی سالگرہ پر مبارکباد دیتے ہوئے تمام طلبہ و طالبات کے جذبات کو سراہا۔ آخر پر شیخ الاسلام کی صحت وسلامتی کے لئے دعا کی گئی اور کیک کاٹا گیا۔

☆ کالج آف شریعہ کے طلبہ نے اپنے محبوب قائد کی سالگرہ کے موقع پر تقریبات کا اہتمام کیا۔ 19 فروری کو کالج آف شریعہ کے طلبہ نے نماز تہجد ادا کرنے کے بعد اپنے محبوب قائد کے لئے دعائیہ تقریب کا اہتمام کیا۔ دعائیہ تقریب میں محترم مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی، محترم پروفیسر محمد نواز ظفر، محترم ڈاکٹر ممتاز الحسن باروی اور دیگر اساتذہ کرام نے خصوصی شرکت کی۔ بعد ازاں بزم منہاج کے زیر اہتمام خوبصورت اجتماعی تقریب کا انعقاد کیا۔ جس میں محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری خصوصی طور پر تشریف لائے۔ اس تقریب میں طلبہ نے اردو، انگلش اور عربی زبان میں تقاریر کے ذریعے شیخ الاسلام کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔ بعد ازاں طلبہ نے اپنی اپنی کلاس میں بھی انفرادی تقریبات کا اہتمام

کرتے ہوئے شیخ الاسلام کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔

علاوہ ازیں قائد ڈے کی مناسبت سے کالج آف شریعہ کے زیر اہتمام ہفتہ تقریبات کا بھی اہتمام کیا گیا۔ جس میں کالج آف شریعہ کے طلبہ اور دیگر کالجز کے طلبہ کے درمیان قرأت، نعت، اردو، انگلش، عربی تقاریر اور اردو مباحثہ کے مقابلہ جات ہوئے۔ ان پروگرامز میں جملہ طبقات زندگی سے تعلق رکھنے والی نمائندہ شخصیات نے شرکت کی اور شیخ الاسلام کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔

☆ تحریک منہاج القرآن کے زیر انتظام دیگر مرکزی تعلیمی ادارہ جات منہاج گرلز کالج لاہور، منہاج ماڈل سکول لاہور اور تحفیظ القرآن انسٹی ٹیوٹ لاہور کے طلبہ اور اساتذہ نے بھی اپنے قائد سے تجدید وفا کرتے ہوئے اپنے اپنے ادارہ جات میں قائد ڈے تقاریب کا پروقار اہتمام کیا۔

ملک بھر کی تنظیمات کے زیر اہتمام تقاریب کا اہتمام

ملک بھر میں موجود تحریک منہاج القرآن، پاکستان عوامی تحریک اور تحریک کے جملہ فورمز نے ضلعی، صوبائی اور تحصیلی سطح پر قائد ڈے کی پروقار تقریبات کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں مرکزی اور مقامی عہدیداران و قائدین نے خصوصی شرکت کرتے ہوئے شیخ الاسلام کی علمی وفکری خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔

☆ تحریک منہاج القرآن فیصل آباد کے زیر اہتمام 25 فروری 2016 کو شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی 65 ویں سالگرہ کے موقع پر سفیر امن سیمینار کا انعقاد کیا گیا جس کی صدارات تحریک منہاج القرآن کے مرکزی صدر محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے کی۔ سیمنار میں محترم بشارت عزیز جسپال، محترم انجینئر محمد رفیق نجم، محترم سید ہدایت رسول قادری، محترم میاں کاشف محمود، محترم رانا رب نواز انجم، محترم رانا غضنفر علی، محترم غلام مرتضٰی، محترم شہزاد مصطفوی، محترم شاہد سلیم مصطفوی، محترم حاجی امین القادری، محترم میاں ریحان مقبول، محترم رانا نثار شہزاد، محترم ملک سرفراز قادری سمیت تحریک منہاج القرآن کے عہدیداران و کارکنان کی بڑی تعداد موجود تھی۔

سفیر امن سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے کہا کہ دہشت گردوں کے خلاف افواجِ پاکستان نے ضرب عضب اور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے ضرب علم و امن کا آغاز کیا ہے۔ شیخ الاسلام نے سب سے پہلے آپریشن ضرب عضب کی حمایت کی۔ جس وقت پاکستان کے مختلف مذہبی و سیاسی جماعتوں کے قائدین اس کی مخالفت کر رہے تھے۔ اُس وقت جس لیڈر نے جرات کا مظاہرہ کیا اور قرآن و سنت کی روشنی میں انسانیت کو بتایا کہ یہ دہشت گرد خارجی ہیں اور دہشت گردی کا حل ضرب عضب ہے، وہ شیخ الاسلام ہیں۔

یہ ظالمانہ نظام، عدل فراہم نہیں کرسکتا۔ اس نظام کی جڑیں ظلم اور کرپشن سے پھوٹتی ہیں۔ بیگناہوں کے گلے کاٹنا ہی دہشت گردی نہیں بلکہ کروڑوں عوام کو تعلیم، روزگار اور انصاف سے محروم رکھنا بھی دہشتگردی ہے۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن میں بہنے والا خون اس نظام کے منہ پر طمانچہ ہے۔ بیگناہوں کا خون رائیگاں نہیں جائے گا، چھوٹے بڑے سارے مجرم پھانسیوں کے پھندوں پر ہوں گے۔ موجودہ حکمرانوں کو فرسودہ انتخابی نظام کے ذریعے نہیں ہٹایا جاسکتا۔ اب پوری قوم کو کرپشن، دہشت گردی اور فرسودہ نظام کے خلاف سڑکوں پر نکلنا ہوگا۔ ظالم نظام کے خلاف جدوجہد کرنے والوں میں شیخ الاسلام صفِ اول کے لیڈر ہیں۔

تقریب میں ملی نغمے، قومی ترانے پیش کئے گئے۔ شیخ الاسلام کی 65 ویں سالگرہ کا کیک کاٹا گیا اور ان کی درازیٔ عمر کے لیے دعا کی گئی۔

بیرون ملک تنظیمات کے زیر اہتمام قائد ڈے تقریبات

اندرون ملک کی طرح بیرون ملک 90 ممالک میں شیخ الاسلام کی 65 ویں سالگرہ کی مناسبت سے پروقار کانفرنسز، سیمینارز، دعائیہ تقریبات منعقد ہوئیں جن میں منہاج القرآن انٹرنیشنل کے مختلف فورمز کے عہدیداران و کارکنان، لوکل باڈیز کے نمائندوں، پاکستانی اوران ممالک سے تعلق رکھنے والے جملہ طبقات زندگی کے لوگوں کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔

☆ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی 65 ویں سالگرہ کے موقع پر تحریک منہاج القرآن ناٹنگھم برطانیہ کے زیراہتمام ایک پروقار تقریب کا انعقاد ہوا۔ امیر تحریک برطانیہ ظہور احمد نیازی کی زیرصدارت منعقدہ اس تقریب کے مہمان خصوصی منہاج القرآن انٹرنیشنل کی سپریم کونسل کے چیئرمین محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری تھے۔

تقریب میں منہاج القرآن انٹرنیشنل برطانیہ کے صدر محترم سید علی عباس بخاری، محترم معظم رضا، محترم علامہ اشفاق عالم قادری، محترم ڈاکٹر زاہد اقبال، محترم ابواحمد آدم الشیر ازی، محترم علامہ محمد افضل سعیدی، محترم علامہ اشفاق عالم قادری، محترم معظم رضا، محترم علامہ شاہد بابر، محترم ڈاکٹر رفیق حبیب، محترم علامہ ریاض قادری، محترم علامہ بلال اشرفی، محترمہ غزالہ حسن قادری، محترمہ فاطمہ مشہدی، محترم محمد ساجد ایڈووکیٹ، محترم ہارون خورشید راٹھور کے علاوہ منہاج القرآن ویمن لیگ، منہاج القرآن یوتھ لیگ، منہاج القرآن سسٹرز لیگ، منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن اور پاکستان عوامی تحریک کے برطانیہ بھر سے کارکنوں کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔

تقریب سے خطاب کرتے ہوئے محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے کہا کہ منہاج القرآن دہشت گردی اور انتہا پسندی کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن چکی ہے اورضرب علم کے ذریعے اسلام کے نام پر قتل و غارت کرنے والے فسادیوں کو علمی محاذ پر مسلسل شکست سے دوچار کر رہی ہے۔ ڈاکٹر طاہرالقادری دنیا بھر میں احیائے اسلام، انسانیت کی فلاح اور مسلم نوجوان نسل کے دلوں میں عشق مصطفی ﷺ کے ذریعے قرآنی تعلیمات کو سمجھنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کے لیے خدمات انجام دے رہے ہیں۔ امت کو جب بھی عالمی سطح پر دین اسلام کے بارے میں علمی و تحقیقی رہنمائی کی ضرورت پڑی ڈاکٹر طاہرالقادری صف اول میں نظر آئے۔ نوجوان عالم مغرب میں شیخ الاسلام کے سپاہی ہیں جو امن کے سفیر ہیں۔ نوجوانوں کے انفرادی کردار سے یہ بات عیاں ہونی چاہیے ان کا تعلق تحریک منہاج القرآن سے ہے۔ نوجوان اپنے اپنے ممالک میں دینی تعلیمات پر قائم رہتے ہوئے مقامی سیاسی، سماجی اور دیگر میدانوں میں بھرپور کردار ادا کریں اور ان تمام میدانوں میں کامیابی کے لیے حصول علم بنیادی نقطہ ہے، خود کو زیور تعلیم سے آراستہ کریں اور جدید علمی و تحقیقی ذرائع کے استعمال سے اسلام کی ترویج و اشاعت کو عام کریں۔

تقریب میں معروف قوال محترم قاری وحید چشتی اور محمد قیصر و ہمنواؤں نے اپنے فن کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ تقریب کے آخر میں محترم ڈاکٹر حسن محی الدین نے مرکزی قائدین کے ہمراہ اور محترمہ غزالہ حسن قادری نے منہاج ویمن لیگ کی قیادت کے ہمراہ شیخ الاسلام کی سالگرہ کا کیک کاٹا۔ اس موقع پر ان کی درازی عمر اور صحت کے لیے اجتماعی دعا بھی کی گئی۔

☆ منہاج القرآن انٹرنیشنل کی سپریم کونسل کے صدر محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری ان دنوں نارتھ آف انگلینڈ کے مختلف شہروں کے تنظیمی دورہ پر ہیں جہاں انہوں نے منہاج القرآن انٹرنیشنل، منہاج القرآن ویمن لیگ اور منہاج القرآن یوتھ لیگ کے کارکنان اور عہدیداران سے ملاقاتیں کیں۔ تنظیمی دورہ جات کے دوران وہ شیفلڈ، رادھرم، نیلسن، بلیک برن، ایکرنگٹن، بریڈفورڈ، ہیلی فیکس، ہڈرزفیلڈ اور برنلے میں گئے۔ ان دورہ جات میں منہاج القرآن انٹرنیشنل یوکے کے صدر علی عباس بخاری اور سیکرٹری جنرل معظم رضا بھی ان کے ہمراہ تھے۔ اس موقع پر مختلف شہروں میں ہونے والے

اجتماعات میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی 65 ویں سالگرہ کے کیک بھی کاٹے گئے۔

ان تمام تقاریب میں منہاج القرآن کے کارکنان اور وابستگان سے محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان کی کسی سیاسی، سماجی یا مذہبی جماعت کے ایسے باصلاحیت، بے لوث اور پرامن کارکنان نہیں جیسے منہاج القرآن انٹرنیشنل کے ہیں۔ کارکنان زیورِ تعلیم سے آراستہ ہوں تاکہ اسلام پر لگنے والے انتہاپسندی کے الزامات کو مسترد کرسکیں۔ منہاج القرآن یوتھ لیگ کے نوجوان اپنے حسنِ کردار اور عملی سرگرمیوں سے خود کو سفیر امن کا کارکن ثابت کریں اور امن و محبت اور برداشت پر مبنی شیخ الاسلام کی تصانیف کو عام کریں۔

☆ منہاج القرآن انٹرنیشنل کارپی کے زیراہتمام کانگریس ہال میں قائد ڈے اور ''عالمی سفیر امن'' کے نام سے کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ کانفرنس میں منہاج القرآن انٹرنیشنل کے مختلف فورمز کے عہدیداران و کارکنان، لوکل باڈیز کے نمائندوں سمیت پاکستانی و اٹالین کمیونٹی نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ یہ اٹلی میں اپنی نوعیت کا پہلا پروگرام تھا۔

سٹیج سیکرٹری کے فرائض منہاج القرآن مرکز کارپی کے اویس شہزاد چیمہ نے سرانجام دیئے۔ تقریب میں تحریکی ترانے اور ملی نغمے بھی بذریعہ پروجیکٹر دکھائے گئے۔ شیخ الاسلام کی زندگی پر عالم اسلام کی عظیم ہستیوں کے تاثرات پر مشتمل ایک ڈاکومنٹری بھی پیش کی گئی، جو اٹالین اور انگلش زبان میں تھی۔ MQI کارپی سینٹر کی طالبہ عائشہ علی نے خطبہ استقبالیہ میں شیخ الاسلام کی خدمات کو بیان کیا۔ دیگر مقررین نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے پوری دنیا میں امن، محبت اور علم کے پیغام کو عام کرنے میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی انتہا پسندی، تنگ نظری، فرقہ واریت اور دہشت گردی کے خلاف علمی و فکری میدانوں میں بھرپور جدوجہد کو خراج تحسین پیش کیا۔

قائد ڈے تقریب (برطانیہ)

ضرب امن مہم (افتتاحی تقریبات: راولپنڈی و کراچی)

سفیر امن سیمینار (فیصل آباد)

Monthly
MINHAJ-UL-QURAN APRIL-2016
LAHORE
Regd CPL No.41

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

کی اسلام کے علمی و عملی، اخلاقی، روحانی، تعلیمی، معاشی، اقتصادی، سائنسی، فقہی، قانونی، انقلابی، فکری اور عصری

موضوعات پر **500** سے زائد کتب

ایسا انسائیکلوپیڈیا جو دلوں کی ویران بستیاں آباد کرنے کے ساتھ ساتھ
ذہنِ جدید میں پیدا ہونے والے اِشکالات کے مدلّل جواب دیتا ہے
اور اصلاحِ اَحوال و اِحیائے اُمت کی ضمانت فراہم کرتا ہے